رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

FEBRUARY 2024

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

مدرسہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۱۰

رجب ۱۴۴۵ھ
فروری ۲۰۲۴ء

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد سہارنپوری
- مولانا محمد معاویہ سعدی گورکھپوری

زرتعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ر روپے
سالانہ زرتعاون ——— ۳۰۰ روپے
بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)
MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

ایک مسجد مسلمانوں سے چھین لی گئی

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

گذشتہ دنوں ہندوستان کی عدالتِ عالیہ سپریم کورٹ نے اجودھیا کی تاریخی بابری مسجد کے بارے میں ایک فیصلہ کیا، اور بابری مسجد کی جگہ پر مندر تعمیر ہوگئی، ابھی ۲۲ / جنوری ۲۰۲۴ء کو مرکزی حکومت کی سرپرستی میں باقاعدہ اس کے افتتاح کی تقریب منعقد کی جا چکی ہے، مسلمانوں کے دل اس صورت حال سے مغموم اور صدمہ انگیز ہیں، لیکن اس کے باوجود اس موقع پر ملت اسلامیہ ہندیہ نے صبر وتحمل اور برداشت کا ثبوت دیا وہ ان کی امن پسندی، ملک میں امن وسلامتی کی بحالی کے تئیں صبر ودانشمندی کی بہترین مثال ہے، ہندوستانی مسلمانوں نے پوری دنیا کو یہ آئینہ دکھایا ہے کہ مسلمان امن وسلامتی اور محبت وشانتی کے داعی اور علمبردار ہیں۔

ہمارے ملک کی صورتحال دن بہ دن بدلتی جارہی ہے، ہندتوافاشسٹ تنظیمیں اور سرکاری مشینری ہمارے ملک کی جمہوریت اور یہاں کے آئین وقانون کی سراسر خلاف ورزی اور اس کے ساتھ کھلا مذاق کررہی ہیں، اس وقت ملک میں ”عدم رواداری“ کا ہر طرف بول بالا ہے اسی لئے ملک کئی تبدیلیوں اور بحران کے دور سے گذر رہا ہے، مرکزی اور بعض ریاستی حکومتیں ملک کی ترقی کے ایجنڈے سے ہٹ کر ہندوتوا انتہا پسندی کے عمل پر کاربند ہیں جس کی وجہ سے سیکولرازم اور مساوات صرف دکھاوا بن کر رہ گیا ہے اور حکمران مشینری فرقہ وارانہ ایجنڈے کے نفاذ میں دلچسپی دکھارہی ہے۔ فرقہ وارانہ منافرت کے زور پر ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں پر لگاتار حملے ہورہے ہیں۔ فسطائی طاقتیں اب یکساں سول کوڈ کے نام پر فرقہ وارانہ تنازعات پیدا کرنے کے لیے نئی چالیں چل رہے ہیں۔ تعلیمی اداروں کے ذریعے زعفرانی سیاہی کے ساتھ تاریخ کو پھر سے لکھنے کی منظم کوشش ہورہی ہے۔ جس کے ذریعے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے ذہنوں میں ہندوتوا کے بنیادی نظریات کو بھرا جارہا ہے۔ اقلیتوں کے لئے ملک میں اڑچن اور بدامنی پیدا کرکے ایک خاص ذہنیت اور ایک خاص نظریہ کو مسلط کرنے کی ناروا کوشش ہورہی ہے۔

ہندوستان کے مسلمان فرقہ وارانہ فاشسٹ عناصر کی طرف سے کئے جانے والے حملوں اور حکومت کی جانب سے ان کے ساتھ ناانصافی اور جانبدارانہ رویہ سے خوفزدہ ہیں۔حکومت اپنی انا اور اپنی طاقت کے زعم میں جو چاہتی ہے کرگزرتی ہے، یہ ایک منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کی توہین کرنے اور انہیں الگ تھلگ رکھنے کی سازش ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں اس سازش میں حصہ لیتی ہیں۔مسلمان طبقہ اس ملک میں سب سے زیادہ فرقہ وارانہ عناصر کے نشانے پر ہے۔

نفرت وتعصب کا سلسلہ اتنا دراز ہوگیا ہے کہ اندھ بھگت بھی آہستہ آہستہ اِس سحر سے اپنے کو الگ کرنے لگے ہیں دوسری جانب ٹی وی چینلوں کے زرخرید اینکرس رات دن ہندو مسلم کرنے میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ پڑھا لکھا سنجیدہ طبقہ بھی ان کی سطحی حرکتوں سے اُوب سا گیا تھا،ایسے میں اپوزیشن جماعتوں کو شدت سے احساس ہونے لگا اگر ہم اب بھی اپنے چھوٹے چھوٹے آپسی اختلافات کو نظر انداز کرکے ایک جٹ نہیں ہوئے تو ہندوستان اپنی جمہوری حیثیت کھودے گا،اس کا سیکولر آئین ختم کرکے آر ایس ایس اپنا منووادی آئین لاگو کرکے ہندوستان کو انارکی، بدامنی،نفرت اور فرقہ پرستی کی آگ میں جھونک دے گی۔

ایک مسجد مسلمانوں سے چھین لی گئی،جس کی وجہ سے ہم سب کے دلوں پر چوٹ لگی ہے،مسلمانوں کے لئے بہت بڑے خسارے کی بات ہے،ایک مسلمان ہونے کے ناطے ”ہر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے“ اس بات پر ہمارا یقین کامل اور پختہ ایمان ہے،لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ”زمین وآسمان میں فساد اور ناگوار باتیں انسانوں کے اپنے کرتوت کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں“ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی حق اور اٹل ہے۔ایسے مواقع پر اہل ایمان کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ ناگوار اور تکلیف دہ حالات پیش آنے کے بعد خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ کے حضور رُجوع کیا جائے،اسلام کے بنیادی فرائض واحکام کی بجاآوری میں مستعدی ہو،ایک مسجد کھوئی ہے،تو اس کے عوض میں بہت سی وہ مسجدیں جو عین مسلمانوں کی آبادیوں کے درمیان رہ کر نمازیوں کو ترس رہی ہیں،آباد کی جائیں،کسب مال میں حلال وحرام کے درمیان رہ کر امتیازی نشان کھینچ دیا جائے،حرام کے دروازے بند کردئے جائیں،اور حلال پر اکتفا کیا جائے،مختلف نجی اور اجتماعی تقریبات میں اسرافِ بے جا سے احتراز کیا جائے۔

ملک کے موجودہ حالات میں وہی تدابیر اپنانی ہوں گی جو اسلام کے اولین دور میں رسولِ رحمت و رأفت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنائی تھیں کہ صرف اور صرف قرآن وسنت سے اپنا رشتہ مضبوط و مستحکم

کریں، صبر وضبط اور تحمل و بردباری سے کام لیں، إن تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً، (اگر تم صبر واستقامت سے کام لو، اور تقوی اختیار کرو تو دشمن کی تدبیریں تمھیں نقصان نہ پہونچا سکیں گی)

دشمنان اسلام کی طرف پیش آنے والی ہر افتاد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اسلام کے دفاع، ایمان باللہ وعقیدۂ توحید کی بقاوحفاظت کے لئے نہ صرف تیار بلکہ متحد بھی رکھا، غزوہ خندق میں یہودیوں کی خفیہ سازش و چالبازی پر گہری نظر تھی اور غزوۂ اُحد میں منافقین کے دوغلے پن پر بھی آپ نے صحابہ میں احساس کمتری اور مایوسی نہیں پیدا ہونے دی بلکہ ہزیمت سے دوچار زخم خوردہ صحابہ میں ایمانی جذبہ کو محفوظ رکھا یہاں تک کہ جب خاص شرط کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں جانے کا حکم الٰہی آیا تو وہی مجاہدین صحابہ جو ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اُحد سے مدینہ آئے تھے اپنے ستر جانبازوں کی شہادت کا غم لئے ہوئے تھے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت سے خود دلِ رسول حزن وملال سے خستہ تھا کاشانہ رسالت پر فضا سوگوار تھی، لیکن آپ نے صبر واستقامت اور شجاعت وبسالت کے ساتھ حکمت عملی اختیار کرنے، مسلمانوں میں دینی حمیت اور ایمانی غیرت کو قائم رکھنے میں عملی نمونہ پیش کیا، آپؐ نے یہ دکھایا کہ جب حالات نامساعد اور ماحول رنجیدہ ہو تب بھی سب سے اولین عمل ایمان کی حفاظت ہے، ملی وحدت کی بقا ضروری ہے اور اللہ ورسول کی اطاعت ہی سے راہ نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

رسالت محمدی کی یہی آفاقیت اور اسوہ حسنہ کی ابدیت آج ہمارے لئے راہ عمل بنتی ہے کیونکہ ہم نے جب بھی کامیابی و کامرانی کہیں بھی حاصل کی ہے اسی ذات سراپا رحمت کو اسوۂ عمل بنا کر، یہی مسلمانوں کی تاریخ رہی ہے۔

لہٰذا آج جب کہ مسلمان جہاں بھی ہیں دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور عداوت ونفرت کا سامنا کر رہے ہیں، طرح طرح سے اسلام کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو شکست خوردہ بنانے میں سرگرم دشمنان دین حنیف نئے نئے حربے استعمال کر رہے ہیں، خاص ہندوستان میں مسلمانوں کو ہر دن نفرت کا شکار بننا پڑتا ہے، حکومتی اداروں میں بھی اور سماجی ماحول میں بھی ان سے نفرت کا برتاؤ اب عام سی بات ہے، یہاں تک کہ امن عامہ قائم رکھنے والے خود مسلمانوں کی شناخت کر کے ان کو ایذاء اور تکلیف ونقصان پہونچانے میں بالکل دریغ نہیں کرتے، اسکول کے اساتذہ بھی معصوم غیر مسلم بچوں میں نفرت کا بیج بو رہے ہیں، عدالتوں میں نفرت کا زہر پھیل چکا ہے، فسادات کرانے کے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کئے جارہے ہیں، مسلمانوں کے عقیدہ اور ان کی شریعت پر زبانی اور قانونی

حملے کئے جارہے ہیں، مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کرنے کی کوشش کررہے ہیں، نہ اخلاق واقدار باقی ہیں نہ ہی انسانیت اور آدمیت باقی ہے، ستانے اور ماب لنچنگ کرنے کے لئے بس مسلمان ہونا کافی ہے۔

جب ایسی صورت حال سامنے ہوتو وہی بدرواحد اور غزوہ احزاب کی ایمانی حرارت اور دینی حمیت لازمی ہے وہی مردانگی و جوانمردی، وہی شجاعت وبسالت اور حکمت عملی اور دفاعی سیاست ضروری ہے جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی تھی اور صحابہ کرام نے اسی کو اختیار رکھا تھا۔

موجودہ حالات اور موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو انتہائی حکمتِ عملی سے کام لینے کی ضرورت ہے، اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی بردباری اور تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اولوالعزم جانثار صحابہ کے جذبۂ اطاعت وخودسپردگی کو سامنے رکھنا ہوگا، میدانِ کارزار سجانے کے بجائے زمینی سطح کو اپنے حق میں استوار کرنا ہوگا اور اخلاق وکردار کی بلندیوں پر اپنے آپ کو متمکن کرنا ہوگا، ایمانی حرارت اور دینی بسالت اپنے اندر پیدا کرنی ہوگی، اسلامی احکامات اور اوامر الٰہی کو اپنی زندگیوں میں داخل کرنا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اپنائی گئی حکمت عملی کی روشنی میں مسلمانوں کو اپنی منزل تلاش کرنی ہوگی، مسلمانوں کی اصل روح قرآن پاک ہے، اقوام عالم کی مجال نہیں کہ اس روح کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو دبا سکیں، کیونکہ ’’حق غالب ہی ہوتا ہے مغلوب کبھی نہیں ہوتا‘‘ کا اصول طے ہے، لیکن جب ہمارا اعتقادی اور عملی رشتہ ہی ’’حق‘‘ سے ٹوٹ جائے تو ’’حق‘‘ کو ملنے والی سربلندی کے ہم کیوں کر مستحق ٹھہریں گے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے عمل و کردار کی پوری قوت کے ساتھ زندگی گذاریں، دنیا کی کوئی طاقت دبانا تو در کنار آنکھ اٹھا کر دیکھنے میں بھی خوف محسوس کرے گی اور یہ قوت اور یہ طاقت صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کو عمل میں لاکر ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

اسلام کے اولین دور میں جس طرح حضراتِ صحابہ کرام نے قرآن اور دینی احکام کو اپنا سب کچھ بنا لیا تھا، گفتار کے غازی ہونے کے ساتھ ساتھ کردار وعمل کے بھی دھنی تھے، ہر شعبۂ حیات میں ان کے پیش نظر اسلام اور اس کی منشاء رہا کرتی تھی، اسی لئے اتحاد واتفاق کی بہاروں سے پورے ماحول کی فضا معطر تھی، انسانیت کو ترقی اور معاشرہ کو عروج مل رہا تھا، آج بھی اگر ہم اخلاص کے ساتھ دین پر عمل کرنے والے بن جائیں تو مسلمانوں کا برا چاہنے والے اپنے منہ کی کھائیں گے اور ناکام ونامراد ہوں گے۔

درسِ قرآن

ناپ تول میں کمی

مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی
مدرسہ تحفیظ القرآن سکٹھی مبارکپور

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ، أَلَا يَظُنُّ أُوْلٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ، يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ (المطففین)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول دیں تو گھٹا دیں، کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

تطفیف (ناپ تول میں کمی کرنے والوں) کو قرآن نے فتنہ پرور فسادی قرار دیا ہے، اس جرم میں مبتلا لوگوں کو ہلاک و برباد کر کے بعد میں آنے والوں کے لیے سامان عبرت فراہم کر دیا ''فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ'' اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر رسول حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین والوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا تھا، مدین اور ایکہ مشرقی اردن کے دو شہر تھے، جہاں کے رہنے والے غلہ کے تاجر (بنیا) تھے، اس قوم کی عادت تھی کہ جب لوگوں کو غلہ وغیرہ ناپ کر یا تول کر دیتے تھے تو خیانت سے کام لیتے اور کم ناپ کر کم تول کر لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۂ اعراف میں اس طرح فرمایا:

وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ (الأعراف ۸۵)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی

کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تحقیق کہ تمہارے پاس دلیل آچکی ہے تمہارے رب کے پاس سے تو تم ناپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور زمین میں فساد مت برپا کرو اس کی اصلاح کے بعد یہی تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو معاشرتی معاملات کی اصلاح کی طرف دعوت دی تھی لیکن خیانت اور بددیانتی نے ان کو سنگ دل بنایا تھا اور باطل طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے والوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ ان کے دلوں سے رحم ومروت کے تمام جذبات ختم ہوجاتے ہیں، اس قوم پر شعیب علیہ السلام کے ناصحانہ کلمات، خیر خواہانہ تقریر کا اثر تو کیا ہوتا الٹے شعیب علیہ السلام کے درپے آزار ہو گئے اور دھمکیاں دینے لگے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ۔(الأعراف ۸۸)

جب شعیب علیہ السلام کی قوم کسی بھی طرح اپنے غلط طریقہ کو چھوڑنے اور لوگوں کو ان کا پورا حق دینے پر تیار نہ ہوئی اس کے برعکس اپنے خیر خواہ رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اس دشمن ایمان واخلاق مفسد قوم کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا ''فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ'' تو پکڑ لیا ان کو کپکپی نے، لہٰذا وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

ایک دوسری جگہ ان پر آسمان سے آگ برسنے کا ذکر بھی آیا، سوائے شعیب علیہ السلام کے اور کسی قوم پر آگ نہیں برسائی گئی، اور سورۂ ہود میں ''أخذت الذی ظلموا الصحية'' (اور ظالموں کو کڑک نے آ پکڑا) کا ذکر ہے، یہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی بدبختی کی انتہا ہے کہ بیک وقت تین قسم کے عذاب نازل ہو گئے، زلزلہ، کڑک، آگ کی بارش۔ **اللھم احفظنا من العذاب۔**

تطفیف کے مفہوم کی وسعت

تطفیف صرف ناپ تول میں کمی کرنے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ حقدار کے حق کی ادائیگی میں کسی بھی طرح کی کمی کرنا تطفیف میں شامل ہے، کسی بھی انسان کے حق کو مارنا حرام ہے، ایسا کرنے والا **ویل للمطففین** کی وعید شدید کا مخاطب ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں: **لکل شیء وفاء وتطفیف۔** (موطأ امام مالک) یعنی

حق کو پورا کرنا یا اس میں کمی کرنا ہر شئ سے متعلق ہے چاہے عبادات ہوں یا معاملات۔

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھنے میں رکوع، سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اللہ کے حق میں تطفیف کی ہے۔ (معارف القرآن)

حرص وہوس اور لالچ کے اس دور میں جب کہ انسان مال کا متوالا اور دولت کا دیوانہ ہو گیا ہے، اور دولت کو دیوی بنا کر اس کا پجاری بنا ہوا ہے، اور اس کے نتیجے میں تمام انسانی قدروں سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور دولت کمانے کی نئی نئی ترکیبیں ایجاد کرتا ہے، وہ ضروریات زندگی کی تمام چیزوں میں ملاوٹ کرتا ہے، اور اسے تجارتی مہارت و چالاکی کا نام دیتا ہے، آج ایشیائی مما لک میں ملاوٹ کی وبا اتنی عام ہے کہ خالص اور اصلی چیزوں کا ملنا دشوار ہو گیا ہے، کوئی چیز نہیں جن میں ملاوٹ نہ ہو، گھی، شکر، دال، چاول، گیہوں، آٹا، مصالحہ، دودھ، شہد یہاں تک کہ مشینری کے سامانوں، آلہ جات میں، موٹر گاڑیوں میں بھی نقلی سامان لگائے جاتے ہیں اور ملاوٹ کرنے والے افراد انسانیت کی سطح سے اتنا زیادہ گر چکے ہیں کہ انھوں نے مال ودولت کمانے کی حرص میں مریضوں، بیماروں کو بھی نہیں بخشا اور دواؤں میں بھی ملاوٹ کرنے لگے۔ یہ سب حرکتیں تطفیف میں داخل ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بازار میں غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے تو آپ نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر میں داخل فرمایا، ایسا کرنے پر آپ کو اندر نمی کا احساس ہوا تو آپ نے غلہ بیچنے والے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یعنی نم کیوں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بارش میں بھیگ گیا تھا، آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو اوپر نمایاں کیوں نہ کر دیا کہ لوگ دیکھ لیں، پھر آپ نے فرمایا: **من غش فلیس منی** جس نے دھوکہ دیا وہ ہمارا نہیں۔

حالاں کہ یہ سب حرکتیں اسلامی تعلیم کے منافی ہیں اور **ویل للمطففین** کے تحت داخل ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا رزق قطع کر دیتے ہیں۔ (رواہ مالک)

انوارِ حدیث

پڑوس کے آداب

حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمیؒ
سابق صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

عن عبد الله بن عمرو، أنه ذبحت له، شاة، فجعل يقول لغلامه:أهديت لجارنا اليهودی؟أهديت لجارنا اليهودی؟سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول :مازال جبريل يوصينی بالجار حتی ظننت أنه سيورثه۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی خاطر بکری ذبح کی گئی تو اپنے غلام سے کہنے لگے: کیا تو نے ہمارے یہودی پڑوسی کو کچھ بھیج دیا؟ کیا تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کو بھی بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے ہمسایہ کی برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

عائشة رضی الله عنها :سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول :مازال جبريل يوصينی بالجار حتی ظننت أنه سيورثه۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل مجھے پڑوسی کی برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔

یہاں امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ہمسایہ کو مقدم کیا جائے گا، حسن سلوک، تحفہ تحائف بھیجنے اور دینے میں پڑوسی سے پہل کیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لئے بکری ذبح کی گئی تو انہوں نے اپنے غلام سے بار بار فرمایا کہ ہمارے پڑوس میں جو یہودی رہتا ہے، اس گوشت میں سے تم نے اس کے پاس کچھ ہدیہ بھیجا یا نہیں بھیجا۔ پس عبداللہ بن عمرو نے پڑوسی کو اپنے سے بھی مقدم کر دیا، حالانکہ پڑوسی مسلمان بھی نہیں تھا وہ غیر مذہب والا تھا، اس عالی

اخلاق کی تعلیم اسلام نے دی اور حضرت عبداللہؓ نے اس پر عمل کر کے دکھلایا۔

جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو اس کو ہدیہ دے:

عن طلحة بن عبد الله عن رجل من بني تيم بن مرة۔ عن عائشة قالت قلت يا رسول الله! إن لي جارين فإلى أيهما أهدي؟ قال: إلى أقربهما منك بابا۔

طلحہ بن عبداللہ نے بنی تیم کے ایک شخص کے واسطہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہمسایہ ہیں میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا ان دونوں میں جس کا دروازہ تمہارے زیادہ قریب ہو اس کو دو۔

پڑوس کی حد:

عن الحسن، أنه سئل عن الجار؟ فقال: أربعين داراً أمامه، وأربعين خلفه، وأربعين عن يمينه وأربعين عن يساره۔

حضرت حسن بصریؒ سے پڑوس کی حد پوچھی گئی؟ تو انہوں نے کہا کہ چالیس گھر تک آگے، چالیس گھر تک پیچھے، چالیس گھر تک داہنی طرف اور چالیس گھر تک بائیں طرف۔

سمعت ابا هريرة، قال: ولا يبدأ بجاره الأقصىٰ قبل الأدنى ولكن يبدأ بالأدنى قبل الأقصى۔

ابوہریرہؓ نے کہا کہ دور والے پڑوسی سے پہل نہ کی جائے قریب والے کو چھوڑ کر، لیکن قریب والے سے پہل کی جائے دور والے سے پہلے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کی حد کہاں تک ہے؟ آپ نے فرمایا کہ چالیس گھر تک چاروں طرف، سامنے کے چالیس گھر، پیچھے کے چالیس گھر، داہنی طرف سے چالیس گھر، بائیں طرف سے بھی چالیس، یہ تمام لوگ تمہارے پڑوسی ہیں اگر اتنا زیادہ تحفہ تحائف نہ ہو جو ان سب کو پہنچ سکے تو قریبی پڑوسی سے شروع کرو اور جہاں تک گنجائش ہو وہاں تک بھیج دو مگر اپنے قریبی دروازہ والے سے شروع کرو۔

نشانِ راہ

باہمی اختلاف اور ملت کی ذمہ داری

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو ایک جیتا جاگتا، ہنستا، بولتا اور چلتا پھرتا وجود عطا کیا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، غور وفکر کا ملکہ ودیعت فرمایا ہے اور ارادہ واختیار کی قوت سے اسے نوازا گیا ہے، اس لیے کسی بھی انسانی سماج سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ اس میں اختلاف پیدا ہی نہ ہو اور وہ پتھر کی مورت کی طرح خاموش اور بے زبان رہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سوچنے کے انداز میں فرق رکھا ہے، ذوق ونظر کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور مفادات میں ٹکراؤ بھی، پس کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف کا وقوع پذیر ہونا فطری بات ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں، اگر یہ اختلاف خلوص اور نیک نیتی پر مبنی نہ ہو بلکہ ضد اور خود غرضی کی وجہ سے ہو، تو یہ مہذب اور شائستہ اختلافِ رائے کی حدود سے گزر کر باہمی جنگ وجدال، تہمت اندازیوں اور الزام تراشیوں کا باعث بن جاتا ہے، معاشرہ میں ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں اور پیش آتے رہیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ایسی نزاع اور اختلاف کا حل کیا ہے؟ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جو زندگی کے ہر گوشہ میں انسان کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے، اس نے یقیناً اس سلسلہ میں بھی راہ نمائی کی ہے، کسی بھی نزاع سے بنیادی طور پر تین طبقے متعلق ہوتے ہیں، دو فریق تو وہ جو باہم ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوں اور تیسرا وہ سماج اور معاشرہ، جس میں اس طرح کی نزاعی صورت پیش آتی ہو، قرآن حکیم کی نگاہ میں فریقین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دونوں ایک دوسرے سے قریب آنے کو تیار نہ ہوں اور وہ اپنے طور پر اس فاصلہ کو سمیٹنے اور اس خلیج کو پاٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں تو کسی ایک متفق علیہ شخصیت کو فیصل بنالیں یا دونوں فریق اپنی صف سے کسی مخلص، دین دار، سمجھ دار اور معاملہ فہم آدمی کا انتخاب کریں اور ان کو اپنا ''حَکَم'' مان لیں، ان دونوں کے حکم کا فریضہ ہے کہ وہ ان دونوں فریق کے درمیان ہم آہنگی پیدا

کرنے کی بھر پور سعی کریں، قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر حکم طرف دار بنے بغیر نیک نیتی اور صدق دلی کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کو کام یابی سے ہم کنار فرمائیں گے: إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا (النساء ۳۵) صلح اور باہمی اختلاف کو دور کرنے کا یہ نہایت بہترین طریقہ ہے، بلکہ یہ اختلافات سے باہر آنے کا باعزت راستہ بھی ہے، اس لیے کہ اس میں نہ کسی فریق کی فتح ہے اور نہ کسی فریق کی شکست، اس سے سماج میں بھی انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی کی جو دولت حاصل ہوتی ہے، وہ ان سب سے بڑھ کر ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے، اس کے اندر حقائق کو قبول کرنے کی جرات ہو اور اس کی نگاہ نوشتہ دیوار کو پڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

تیسرا طبقہ جو مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے اپنے آپ کو الگ نہیں رکھ سکتا، وہ ہمارا سماج ہے، یہ سمجھنا کہ یہ فلاں اور فلاں شخص کا اختلاف ہے، ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت؟! صحیح فکر اور مثبت سوچ نہیں، مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ جب وہ دو افراد کے درمیان آویزش اور اختلاف محسوس کریں تو ان میں صلح کرانے اور شکستہ دلوں کو جوڑنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان میل ملاپ کرا دیا کرو إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الحجرات ۱۰)

یہ نہایت ہی اہم فریضہ ہے، افسوس کہ مسلمانوں کو اس کی اہمیت اور سماج کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا نہ ادارک ہے اور نہ احساس۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو روزہ، صدقہ اور زکوۃ سے بھی افضل چیز بتاؤں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہے باہمی خلش کو دور کرنا اور صلح کرانا، اصلاح ذات البین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپس میں تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (الادب المفرد، حدیث نمبر ۳۹۱)۔

''مونڈ دینے والی چیز'' سے مراد یہ ہے کہ یہ چیز صفایا کر دینے اور تباہ برباد کر دینے والی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے اور ان کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کا کس قدر پاس ولحاظ تھا، اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ باوجود یکہ نماز میں جماعت کا آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو حد درجہ اہتمام تھا، عین میدان جنگ میں بھی غیر معمولی حالات کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نہیں چھوٹتی تھی اور مرض وفات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں شرکت کا اہتمام فرمایا، جب خود چلنے کی طاقت باقی نہیں رہی، تب بھی رفقاء کی مدد سے شریک جماعت ہونے کی کوشش فرمائی، لیکن اس کے باوجود قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں ایک جھگڑا رفع کرنے اور مصالحت کرانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور اس فریضۂ مصالحت میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا، نماز شروع ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ (بخاری شریف ۲۶۹)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی کیا اہمیت تھی۔

مدینہ منورہ میں انصار کے دو مشہور خاندان اوس اور خزرج آباد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ ہمیشہ باہم دست وگریباں رہتے تھے، اسلام ان کے لیے ابر رحمت بن کر آیا، صدیوں سے عداوت کی جو آگ بجھائے نہ بجھتی تھی، وہ لمحوں میں سرد ہو کر رہ گئی اور دونوں قبیلے اُخوتِ اسلامی کے رشتہ سے شیر وشکر ہو کر رہنے لگے، یہودیوں کو ان قبائل کا اتحاد اور آپسی محبت ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، ایک بار ایک سن رسیدہ یہودی اُوس وخزرج کے لوگوں کے پاس سے گزرا اور ان کی باہمی محبت کو دیکھ کر بڑا رنجیدہ ہوا، چناں چہ اس نے اوس وخزرج کی لڑائی کے پرانے قصے چھیڑ دیے اور اس زمانے میں دونوں قبیلے کے شعراء نے ایک دوسرے کے خلاف جو اشعار کہے تھے، ان کا بھی ذکر نکالا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں خاندانوں کے نوجوان اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جاہلی حمیت لوٹ آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی اس کی اطلاع ملی، بہت تیز تیز تشریف لائے، لوگوں کو شیطان کی اس وسوسہ اندازی سے باخبر کیا، اسی موقع سے سورۂ آل عمران کی یہ آیتیں نازل ہوئیں: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم پر اسلام ہی کی حالت میں موت آنی چاہیے، سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، پھوٹ نہ پیدا کرو اور اپنے اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے کرم سے بھائی بھائی بن گئے، نیز تم دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نکالا، اللہ

تعالیٰ اسی طرح تم لوگوں کو احکام بتاتے رہتے ہیں، تا کہ تم ہدایت پر قائم رہو۔ (آل عمران ۱۰۲-۱۰۳)

زبانِ مبارک سے ان آیتوں کا سننا تھا کہ دلوں کی کایا پلٹ گئی، لوگوں نے ہتھیار پھینک دیے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر خوب روئے۔ (طبرانی ۴؍۲۰)

غرض، کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف ونزاع کا پیدا ہونا ایک فطری چیز ہے، جس سے بچنا ممکن نہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ جہاں آگ لگے وہاں پانی ڈالنے والے لوگ بھی موجود ہوں، جہاں سیلاب آتا ہے تو وہاں ہر شخص پانی کی ظالم موجوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش کرتا ہے ورنہ آگ پوری بستی کو اپنا لقمہ بنا لے گی اور سیلاب پوری آبادی کو غرقاب کر کے رہے گا، اس لیے مسلمانوں میں جو ''اربابِ حل وعقد'' ہوں، یعنی ذمہ دار سمجھ دار، باا ثر، اہل علم و دانش، علماء ومشائخ، مذہبی اور سماجی قائدین ان کی، نیز ملی تنظیموں اور جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم معاشرہ میں اُبھرتے ہوئے اختلاف کی بروقت تشخیص کریں، اس کے اسباب وعوامل کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے تدارک کی طرف متوجہ ہوں، ورنہ یقیناً عند اللہ وہ اس سلسلے میں جواب دہ ہوں گے۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں کے جتنے تعلیمی واصلاحی اور دعوتی ادارے ہیں یا مذہبی اور سیاسی جماعتیں اور تنظیمیں اور اصلاحی تحریکیں ہیں، وہ سب اکثر اختلاف وانتشار سے دو چار ہیں، یہ جماعتیں اور تنظیمیں دولخت بلکہ سہ لخت ہو چکی ہیں، ایک تنظیم کے دو ٹکڑے اور پھر ان ٹکڑوں کی کئی ٹکڑیاں، یہ اختلاف وانتشار اور صلاحیتوں کا بٹوارہ بحیثیت مجموعی ملت کی طاقت کو کمزور اور بے اثر کر دیتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ہر سطح پر مسلمانوں کی پس ماندگی اور زبوں حالی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

ماہِ رواں

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انسانی عظمت کا مظہر ہے

مولانا شفیق احمد اعظمی قاسمی

امام وخطیب جامع مسجد ابوظبی

اس وقت جب کہ ارض مقدس سرزمین انبیاء ورسل، آماجگاہِ اقطاب وابدال، مرکز برکات وخیرات کہ خود خالق ارض وسماء، رب العالمین نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ یعنی فلسطین کی پاکیزہ وبابرکت زمین لہولہو ہو رہی ہے، غزہ پر ملعون صیہونیوں کی درندگی اور نسل کشی، امریکہ جیسے امنِ عالم وحقوق انسانی کے نام نہاد علمبردار کی حمایت وسرپرستی میں مظلوم فلسطینی عوام کی ایسی ہولناک نسل کشی اسرائیل کر رہا ہے کہ ہٹلر تو درکنار چنگیز وہلاکو بھی ہوتے تو شرمسار ہو جاتے اور اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو اور امریکی صدر جو بائیڈن کو اپنا سربراہ مان لیتے صرف تین ماہ کے عرصہ میں صیہونیوں نے غزہ پر چار ایٹم بم کے برابر طاقت کے بم برسائے ہزاروں ٹن بارود سے آگ لگائی تیس ہزار معصوموں کو موت کی آغوش میں پہونچا دیا، پچاس ہزار عمارتوں، اسپتالوں، سیکڑوں مساجد، چرچوں، اسکولوں کو زمین بوس کر دیا۔

قبلہ اول مسجد اقصیٰ سے مسلمانان عالم، فرزندان توحید کا ایمانی وروحانی اور جذباتی تعلق ہے، یہی مسجد اقصیٰ ہے جو زمین وآسمان کو معراج کی زنجیر سے ملاتی ہے، یہی مسجد اقصیٰ ہے جہاں سے تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کی موجودگی میں امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ براق جبرئیل امین کی رہنمائی میں عرش اعظم کا سفر کیا تھا، اس سفر مبارک کی پہلی منزل ساتویں آسمان سے بلند تر عرش اعظم کے نیچے سدرۃ المنتہیٰ تھی۔

سفر اسراء ومعراج رسول انسانیت، فخر آدمیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی آفاقیت کا اعلان تھا، سفر معراج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات وخصوصیات اور بارگاہ ذوالجلال میں آپ کی

انفرادی شان کا اعلان تھا جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے مرحلہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لمحوں میں آسمانی جنتی سواری براق کے ذریعہ لے جایا گیا، راہ میں مختلف قسم کے مناظر آپ کو دکھائے گئے جو درحقیقت برزخ کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے جس کی تفاصیل بخاری ومسلم کی احادیث میں اور کتب سیرت جیسے الخصائص الکبری، زادالمعاد، سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، نبی رحمت علی میاں ندوی جیسی معتبر کتابوں میں درج ہے۔

واقعۂ معراج درحقیقت، انسانی عظمت ورفعت کی علامت ہے کہ جس انسانِ خاکی کو حقیر مان کر عزازیل نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا تھا اور سب سے پہلے منطق کا سہارا لے کر صغریٰ وکبریٰ سے اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور کہا تھا کہ چونکہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آگ عنصرِ عالی ہے جیسا کہ خاک عنصر سافل ہے اس لئے عقلا اعلیٰ فی التخلیق، ارذل فی التخلیق کو سجدہ نہیں کرسکتا قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (اعراف ۱۲) اللہ تعالیٰ نے اس منطقی دلیل کورد کرتے ہوئے عزازیل کو ملعون ومردود قرار دیدیا کیونکہ تخلیق کا عنصر کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ میری فرمانبرداری اور میرے سامنے فروتنی وعاجزی ہی بلندئ مراتب ودرجات کا معیار ہے۔

اللہ نے امام الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے پوری نسل انسانی یعنی خاکی مخلوق کی رفعت وعظمت کا اظہار فرمادیا کہ جو بھی انسان، انسان بن کر رہے گا، میری اطاعت وعبادت میری جلالت وکبریائی کے اعتراف کے ساتھ کرتا رہے گا وہ سربلند ہوگا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں اس کا مقام سب سے بلند ہوگا، واقعہ معراج کا یہ پہلو سب پر غالب ہے، ورنہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار معانی نکلتے ہیں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی اپنی شہرہ آفاق کتاب نبی رحمت میں رقم طراز ہیں:

> واقعۂ معراج محض ایک جزئی وضمنی واقعہ نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کرایا گیا اور آسمان وزمین کی بادشاہت بے پردہ وبے حجاب ہوکر آپ کے سامنے آگئی، نبوت کے اس غیبی وآسمانی سفر میں اس کے علاوہ بھی بہت بلند ولطیف مطالب ومعانی پوشیدہ ہیں، اس میں بہت دوررس اشارات کئے گئے یہ دونوں سورتیں سورۃ اسراء اور سورہ نجم جو واقعہ معراج کے سلسلہ میں نازل ہوئیں، یہ اعلان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قبلوں (مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ) کے نبی اور دونوں سمتوں مشرق ومغرب کے امام ہیں اور اپنے پیش روتمام انبیاء کرام کے وارث اور بعد میں آنے والی پوری نسل انسانی کے رہبرورہنما ہیں، آپ کے سفرِ معراج میں

مکہ،بیت المقدس سے اور مسجد حرام،مسجد اقصیٰ سے ہم آغوش ہوگئی۔(صفحہ ۱۹۰)

مزید لکھتے ہیں:

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا صحیح تعارف اور صحیح نشاندہی،آپ کی امامت وقیادت کا بیان،آپ کی اس امت (جس میں آپ مبعوث ہوئے) کے اصل مقام وحیثیت عرفی کا تعین اور اس پیغام ودعوت اور مخصوص کردار کی پردہ کشائی کرتا ہے جو اس امت کو اس وسیع وعریض دنیا،اور عالمی برادری میں انجام دینا ہے(صفحہ ۱۹۱)

اسی وسعت اور عالمی ذمہ داری کو شاعر مشرق علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

نہ تو زمین کے لئے ہے ،نہ آسمان کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تونہیں جہاں کے لئے

☆☆☆

رہے گا راوی ونیل وفرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لئے
نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر، میر کارواں کے لئے

آزاد دائرۃ المعارف کے مضمون لگار کھتے ہیں:

معراج ،کمال معجزاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ وہ عظیم خرق عادت واقعہ ہے جس نے تسخیر کائنات کے مقفل دروازوں کو کھولنے کی ابتداء کی،انسان نے آگے چل کر تحقیق وجستجو کے بند کواڑوں پر دستک دی اور خلاء میں پیچیدہ راستوں کی تلاش کا فریضہ انجام دیا۔

واقعہ اسراء ومعراج کب ہوا

یہ عظیم ترین فلکیات کے ماہرین کو غرق حیرت میں ڈالنے والا واقعہ کب پیش آیا؟ تمام تر سائنسی ترقیات وایجادات کے باوجود خلانوردی میں دنیا ابھی اس حد تک ہی جاسکی ہے جس کو بسیط خلا کا ایک نقطہ ہی کہہ سکتے ہیں چاند ومریخ اور پلاٹون کو فتح کرنے والے سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ ابھی ہم نے اپنے خلائی سفر کی پہلی منزل بھی سر نہیں کی ہے جبکہ برسوں کی مسلسل آواز سے سیکڑوں گنا زیادہ رفتا سے سفر کرنے

والے خلائی جہاز ابھی تک لاکھوں میل پر واقع چند سیاروں کی ہی کھوج کر سکے ہیں جب کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

وہ حیرت میں ہیں کہ واقعہ معراج کی روایات وعلامات کی کثرت بتاتی ہے کہ لمحوں میں فرش سے عرش تک کا سفر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور کیا مگر یہ ممکن کیسے ہوا اس کی توجیہہ نہیں کر پا رہے ہیں۔

واقعہ معراج کے سال وماہ میں محققین کا اختلاف ہے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرۃ المصطفیٰ جلد اول میں بہت شرح وبسط کے ساتھ فرمایا ہے تقریباً دس اقوال درج کئے ہیں لیکن راجح ومشہور قول یہی ہے کہ سفر طائف سے واپسی اور ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد پیش آیا۔ یعنی ۱۱ھ نبوی میں، کس مہینہ میں پیش آیا تو پانچ قول ہیں: ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان، شوال میں مگر مشہور ومتداول رجب المرجب کی ستائیسویں شب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ضروری اعلان

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور کے جو ممبر سادہ ڈاک کے بجائے اسے رجسٹرڈ ڈاک سے منگانا چاہتے ہیں وہ ماہنامہ کی سالانہ فیس مبلغ/ 300 روپے کے ساتھ رجسٹرڈ ڈاک کا محصول مبلغ/ 270 روپئے الگ سے ارسال کریں، ان شاء اللہ ان کے پتے پر ماہنامہ رجسٹرڈ ڈاک سے ہر ماہ بھیجا جائے گا۔

خط وکتابت اور کسی قسم کے رابطہ کے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور بتائیں۔

(ادارہ)

اصلاح معاشرہ

ماہ شعبان کے احکام وفضائل

ماخوذ از ''ماہنامہ الفاروق''

لفظ شعبان کی حقیقت

شعبان کا لفظ عربی گرائمر کے اعتبار سے شعب سے بنا ہے، جس کے لفظی معنی شاخ در شاخ کے ہیں، اس مہینے میں چوں کہ خیر و برکت کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور روزہ دار کی نیکیوں میں درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے، اس وجہ سے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ شعبان میں پانچ حروف ہیں اور ان میں سے ہر ایک خاص معنی کو ظاہر کرتا ہے، مثلاً ش سے شرف، ع سے علو، یعنی بلندی، ب سے بر، یعنی نیکی، الف سے الفت، ن سے نور مراد ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے خصوصی انعامات ہیں۔

ماہ شعبان کی فضیلت واہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو بڑا قیمتی بنایا ہے، اس کو اپنی رحمتِ خاصہ اور برکت تامہ سے نوازنے کے لیے مختلف مواقع عطا فرمائے ہیں، پہلی امتوں کی عمریں لمبی اور جسمانی قوتیں مضبوط ہوتی تھیں، اس کے مقابلے میں امت محمدیہ کی عمریں بھی کم ہیں اور صحت کے اعتبار سے بھی کمزور ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خاص انعامات اور اعزازات سے نوازا ہے کہ محنت تھوڑی اور بدلہ لامحدود، بے انتہا اجر وثواب کی سعادت اس امت کو حاصل ہے، چوں کہ شعبان کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے، جیسا کہ شوال کا مہینہ رمضان کا تتمہ ہے، اسی وجہ سے اس مہینے کو خاص فضیلت حاصل ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چار راتیں ایسی ہیں کہ ان چار راتوں میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر نیکیوں کے دروازے کھول

دیتا ہے، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عرفہ کی رات، شب برأت کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کا رزق اور ان کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کے چاند کا شمار رکھو، رمضان کے لیے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں غلطی نہیں ہوگی)۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ کسی ماہ (کے چاند) کا اتنا خیال نہ فرماتے تھے۔ (ابوداؤد) ان روایتوں سے قولاً وفعلاً اس ماہ کے چاند کا اہتمام ثابت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو پھر ناگہاں وہ بقیع میں پائے گئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تمھیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے خیال کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے : نیک عمل اتنا ہی کیا کرو جتنی تمھاری طاقت ہے، کیوں کہ اللہ ثواب دینے سے تھکے گا نہیں، تم ہی تھک جاؤ گے۔ (بخاری)

بعض بزرگوں سے منقول خاص اعمال کی حقیقت

اللہ کے بعض نیک بندوں سے جو خاص قسم کے نوافل منقول ہیں، یہ ان بزرگانِ دین کی اپنی رائے اور خیالات ہیں، شریعت کا حکم سمجھے بغیر محض بزرگوں کا عمل سمجھ کر کوئی کرے تو کوئی حرج نہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہ بعض بزرگوں سے منقول خاص نوافل کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ اوراد کی بعض کتابوں میں جو پندرہویں شعبان میں خاص نوافل کی تحریر ہے، یہ کوئی قید نہیں ہے، اور جو چیز شرعاً بے قید ہو، اس کو بے قید ہی رکھو، چوں کہ حدیث میں نوافل کی کوئی قید نہیں آئی ، بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو، اس میں نوافل بھی آگئے اور وہ بھی کسی ہیئت کے بغیر (حقیقت عبادت ۴۶۶)۔

شب برأت (نجات کی رات)

شب کے معنی: رات کے ہیں،اور برأت کے معنی: بری ہونے کے ہیں،شعبان کی پندرہویں رات کوشب برأت کہتے ہیں، یوں تواللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہر دن، ہر ہفتہ، ہر مہینہ اور ہر سال ہی محترم ہے،مگر کچھ دن اور کچھ مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا فرمائی ہے، جیسے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعۃ المبارک کے دن کو خاص اہمیت وفضیلت حاصل ہے،خاص کر نماز جمعہ کی بابرکت گھڑیاں اور بعد نماز عصر کے قیمتی لمحات،جس میں ۸۰ مرتبہ خاص درود شریف پڑھنے پر ۸۰ سال کی عبادت کا ثواب اور ۸۰ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں،اسی طرح راتوں میں سے شب جمعہ،عید الفطر کی رات،شب قدر اور شب برأت کی رات ،اسی طرح مساجد میں سے مسجد نبوی،مسجد اقصیٰ اور حرمین شریفین کو خاص اہمیت وفضیلت حاصل ہے،اسی طرح سال کے بارہ مہینوں میں سے شعبان المعظّم کا مہینہ بھی ہے، کیوں کہ اسی مہینے میں بنی آدم کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔

شب برأت اسلام میں ایک مبارک رات ہے،جس کی فضیلت بہت سی احادیث سے ثابت ہے،بعض لوگ سرے سے اس مبارک رات کے کسی قسم کی فضیلت کے ہی قائل نہیں،جب کہ بعض لوگ اس کوشب قدر کے ہم پلہ سمجھتے ہیں،یہ دونوں موقف درست نہیں،بموجب حدیث اس رات میں بے شمار گناہ گاروں کی مغفرت اور مجرموں کی بخشش کی جاتی ہے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا ملتا ہے،اس لیے عرف میں اس کا نام شب برأت مشہور ہو گیا،احادیث میں اس رات کا کوئی مخصوص نام نہیں، بلکہ **لیلۃ النصف من شعبان** کہہ کراس کی فضیلت بیان کی گئی ہے،زندگی،موت،رزق (ایک سال) کے فیصلے اسی رات میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدّیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات (پندرہویں شعبان) میں کیا ہے؟،عائشہ صدّیقہؓ نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول اس رات میں کیا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جس بچے کو اس سال پیدا ہونا ہوتا ہے،وہ اس رات میں لکھا جاتا ہے،اور اس سال میں جو بنی آدم ہلاک ہونے والا ہوتا ہے اس کا نام لکھا جاتا ہے،اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھا لیے جاتے ہیں،اور اسی رات میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں، پھر عائشہ صدیقہؓ نے کہا، کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل

ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں جا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ تین دفعہ ارشاد فرمایا تو میں نے کہا کہ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاسکیں گے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک سر پر رکھ کر فرمایا، اور میں بھی نہیں جاسکوں گا، مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین دفعہ ارشاد فرمایا۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)

شب برأت کے کام

عبادت ودعا کرنا: اکثر علماء، فقہاء اور محدثین کی رائے یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات فضیلت والی رات ہے، اس میں تنہا عبادت (نوافل، دعا وغیرہ) باعث خیر و برکت اور مستحب عمل ہے، اگر اس کو واجب سمجھا جائے، تو یہ بدعت بن جائے گا۔

قبرستان جا کر دعائے مغفرت کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ شعبان کی رات کو خلاف معمو ل زندگی میں صرف ایک بار قبرستان تشریف لے گئے، ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہ تھا، اس وجہ سے اس کو ہر سال لازم سمجھ کر کرنا، دین میں اضافہ کرنا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ صرف مرد حضرات کبھی کبھار جایا کریں۔

پندرہویں شعبان کے روزے کا حکم: پندرہ شعبان کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ایک ضعیف حدیث میں ملتا ہے، چناں چہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو، تو اس رات کو قیام (عبادت) میں گزارو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو، اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے، پس فرماتا ہے خبردار! کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اس کو بخشش دوں، سنو! کوئی رزق لینے والا ہے کہ اس کو رزق دوں، سنو! کوئی مصیبت زدہ ہے کہ (وہ عافیت کی دعا مانگے اور میں) اس کو چھڑا دوں، سنو! کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے؟ طلوع صبح صادق تک اللہ تعالیٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے۔ (ابن ماجہ، وروح المعانی)

اس سے معلوم ہوا کہ پندرہ شعبان کا روزہ عند الفقہاء شرعاً مطلوب اور مرغوب ہے، نیز اکابر امت کا اسی پر تعامل ہے، گویا اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مفتی محمود گنگوہیؒ و دیگر علماء کی تصریحات کے مطابق اس دن

روزہ رکھنا مستحب ہے، رکھ لیا جائے تو ثواب ہے اور نہ رکھیں تو گناہ نہیں۔

شب برأت کی برکات سے محروم افراد

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں رات اللہ عز وجل اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتے ہیں، سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرماتے ہیں، کینہ پرور، کسی کو ناحق قتل کرنے والا (مسند احمد بن حنبل ۲/۱۷۶)

شب برأت کی بدعات

آتش بازی: آتش بازی مجوسیوں کی نقل ہے اور آگ قہر الٰہی کا نشان ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں آگ لے جانا منع ہے اور آگ کے ساتھ کھیلنا یہ اہل اسلام کا کام نہیں، نیز یہ آتش بازی ہندوؤں کے مشہور تہوار دیوالی کی نقل ہے۔

اور اس کے علاوہ یہ آتش بازی، بم، پھلجھڑی اور پٹاخے پھوڑنا کئی گناہوں کا مجموعہ ہے عبادت میں مشغول لوگوں کی عبادت میں بلا وجہ دخل اندازی کا گناہ ہے، اہل محلہ اور مریضوں کو بلا وجہ ایذا پہنچانے کا گناہ ہے، اپنی جان کو بلا وجہ خطرے میں ڈالنے کا گناہ ہے، بلا وجہ اسراف کا گناہ ہے، یہ رسم نہ صرف یہ کہ ایک بے لذّت گناہ ہے، بلکہ اس کی دینی و دنیوی تباہ کاریاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔

چراغاں کرنا: مسجدوں، بازاروں، گھروں اور خاص خاص مقامات کو سجایا جاتا ہے، قمقمے روشن کیے جاتے ہیں، لائٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے، ضرورت سے زائد گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ روشن کیے جاتے ہیں اور بعض جگہ تو مکانوں کی چھتوں پر موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور دیواروں پر قطار در قطار چراغ رکھ دیے جاتے ہیں، یہ چراغاں اسلامی شعار نہیں، یہ سب بے جا اسراف اور فضول خرچی ہے، اس کو قرآن پاک یوں بیان کرتا ہے ”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں“ ایک اور مقام پر قرآن پاک نے اس کو یوں بیان کیا ہے ”اور اسراف نہ کرو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“۔

علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ روشنی کی بدعت اوّل برامکہ سے شروع ہوئی، جو ایک آتش پرست قوم گزری ہے، وہ قوم مسلمان تو ہو گئی، لیکن آتش پرستی کے اثرات پھر بھی ان کی زندگی میں نمایاں تھے، یہ لوگ اس موقع پر خاص طور سے روشنی کا اہتمام کرتے تھے، عباسی خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے

دور خلافت میں قوم برامکہ کو عروج حاصل تھا، جس کی وجہ سے یہ منکرات اہل اسلام میں رواج پا گئیں۔

حلوہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا، اس کی کوئی اصل نہیں، نیز اس کا اعتقاد شرعاً جائز نہیں اور عقلاً بھی ممکن نہیں، کیوں کہ دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ شوّال کا ہے، شعبان کا نہیں۔

مسجدوں میں اجتماع کا اہتمام: مبارک راتوں میں عبادت کا اہتمام اپنے گھروں میں کرنا چاہیے، بالخصوص شب برأت کے موقع پر، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ مبارکہ میں ہی اس رات کی عبادت کی تھی، مسجد میں آپ تشریف نہیں لے گئے تھے، اب اگر اجتماع کا التزام ہو تو وہ بدعت شمار ہوگا۔

نوافل کی جماعت: مبارک راتیں ہوں یا عام دن، عورتوں کا گھروں میں صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرانا اور مردوں کا مسجد میں صلوٰۃ التسبیح کی جماعت میں شریک ہونا یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ علماء عورتوں کے جماعت سے نماز پڑھنے کو منع فرماتے ہیں، جب کہ عندالاحناف نوافل کی جماعت نہیں۔

قبروں پر پھول ڈالنا: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانے کو سنت کی ضد قرار دیا ہے۔

مردوں کی روح: بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے کہ نہیں، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

شب برأت کی فاتحہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برأت سے پہلے کوئی مر جائے تو جب تک اس کے لیے فاتحہ شب برأت نہ کیا جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا اور صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ بعض جگہ پر تو رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جائے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں منایا جاتا ہے۔ جب کہ حدیث پاک میں مذکور ہے کہ جب مردہ مرتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔

ریا و تفاخر: اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگ ایک دوسرے کو بطور ہدیہ کچھ دیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے، اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا الغرض اس میں بھی ریا اور تفاخر ہو جاتا ہے، کیوں کہ نیت میں ہی خرابی ہے۔

مسور کی دال: بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں۔اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

برتنوں کا بدلنا: یہ صرف کفّار کی نقل ہے۔

گھر لیپنا: یہ صرف کفّار کی نقل ہے۔

بی بی عائشہ کی روٹیاں بنانا: اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں۔

قبرستان میں رات گزارنا: بعض لوگ شب برأت میں قبرستان جانے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، جماعتیں اور گروہ بنا کر قبرستان جاتے ہیں اور ساری ساری رات قبرستان کی حاضری میں صرف کر دیتے ہیں، عبادت کا موقع ہی نہیں ملتا۔

محفل نعت خوانی: بعض لوگ شب برأت کو لاؤڈ اسپیکر کھول کر محفل نعت خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض لوگ لاؤڈ اسپیکر پر ساری رات قرآن مجید پڑھ کر قرآن خوانی اور شبینہ کا اہتمام کرتے ہیں، جس سے دوسروں کی عبادات، ذکر واذکار اور آرام میں خلل واقع ہوتا ہے، عبادت کے نام پر دوسروں کو اذیت اور تکلیف دینے کا سبب بنتے ہیں، جو کہ حرام ہے۔

چھ رکعات کا اہتمام: بعض لوگ شب برأت کو بعد نماز مغرب بڑے اہتمام کے ساتھ چھ رکعتیں پڑھتے ہیں، پہلی دو رکعت درازی عمر کی نیت سے، دوسری دو رکعت دفع بلا کی نیت سے، اخیر کی دو رکعت کسی کا محتاج نہ ہونے کی نیت سے اور ہر دو رکعت کے بعد سورۃ یاسین بھی پڑھی جاتی ہے، شریعت مطہّرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، البتہ اس رات میں جتنی چاہیں نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں، درازئ عمر، وسعت رزق اور آفات وبلیات سے حفاظت کی دعا وغیرہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ عام دنوں میں کر سکتے ہیں۔

رب لم یزل پروردگار عالم ہم سب کو شعبان کی برکات نصیب فرمائے اور صحت وعافیت کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور دیگر عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین، یارب العلمین

علمی تحقیق

گذشتہ سے پیوستہ

کیا قرآنِ کریم میں سائنس کی تعلیم بھی ہے؟

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

ایک پختہ فکر مسلمان اپنے ذوقِ تحقیق کی تسکین اور عین الیقین کی تحصیل کے لیے شرعی اَحکام ومسائل کی علتوں کی، یا کائناتی نظام کے اَسرار وحِکَم کی تحقیق کرسکتا ہے، البتہ اس کے لیے چند شرطیں ہیں، جن میں سے پہلی دو شرطوں سے متعلق تفصیلی گفتگو بتوفیقہ تعالی گذشتہ صفحات میں کی جا چکی۔

تیسری اور آخری شرط : یہ ہے کہ اگر کسی کو ذاتی طور پر اپنے ذوقِ تحقیق کی تسکین اور عین الیقین کی تحصیل کے لیے اَسرار وحِکَم کی جستجو کا شوق ہو، تو وہ مذکورہ شرائط کے ساتھ اپنا شوق پورا کرے، مگر جو لوگ کہ اِس مذاق ومزاج سے دلچسپی نہیں رکھتے، جیسے اکثر صحابہؓ، تابعینؒ اور سلفِ صالحینؒ، اور جیسا کہ یہی جنتی لوگوں کا اصل مزاج ومذاق بھی ہے، بفحوائے حدیثِ صحیح: **قَالَتِ الْجَنَّةُ: فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ؟** [بخاری ۴۸۵۰، ومسلم ۲۸۴۶] (جنت کہے گی: کیا بات! میرے اندر زیادہ تر کمزور، گرے پڑے اور سادے سودے لوگ ہی داخل ہو رہے ہیں؟ ... (برخلاف جہنم کے کہ اُس میں زیادہ تر وہ متکبر لوگ ہوں گے جو دنیا میں اپنی عقلوں پر غرہ کیا کرتے تھے، اور محض عقل کی بنیاد پر اللہ ورسول کی باتوں کو ٹھکرایا کرتے تھے، یا اُن میں شکوک وشبہات پیدا کیا کرتے تھے)۔

ایک اور حدیث میں ہے: "**أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْبُلْهُ**" [مسند البزار ۶۳۳۹ بسند ضعیف] (اکثر اہلِ جنت سیدھے سادے لوگ ہوں گے)۔

تو "مصالحِ عقلیہ" سے دلچسپی رکھنے والا ایسے حضرات کی تحقیر وتنقیص نہ کرے، اور اُن کے یہاں اِس مذاق کے نہ ہونے کو اُن کی کم علمی پر محمول نہ کرے، اِس لیے کہ یہ چیزیں اُن علوم کا حصہ نہیں ہیں جو دین میں ضروری اور مطلوب ہوں، بلکہ یہ اِضافی علوم میں سے ہیں، جیسا کہ تفصیل سے یہ مضمون پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

ایک مرتبہ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ (لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ چاند آلۂ شناختِ اوقات ہیں)، جس میں وجہ اورعلت نہیں بیان کی گئی، بلکہ حکمت بتلادی گئی، اِس سے (تدبرِ آیات کے لیے) سائنسدانی کا فضول ہونا یقیناً ثابت ہوگیا (مقدمۂ اشرف التفاسیر ۱/ ۴۵)۔

اِسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''روح'' کی حقیقت کے بارے میں سوّال کیا گیا، جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی حقیقت کی خبر نہیں دی گئی، بلکہ جتنا حصہ عقیدے سے متعلق تھا وہ بتلا کر آگے یہ اِرشاد فرمادیا گیا: وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [الاسراء ۸۵] (تمھیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

..... جتنی بات کا بتلانا ضروری تھا اور جو عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے، صرف وہ بتلادی گئی، اور روح کی مکمل حقیقت جس کا سوال تھا، اُس کو اِس لیے نہیں بتلایا کہ وہ عوام کی سمجھ سے باہر بھی تھی، اور اُن کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہ تھی... انسان کے لئے اتنا ہی علم روح کے متعلق کافی ہے (کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے، یعنی وہ عام مخلوقات کی طرح نہیں جو مادہ کے تطوّرات اور توالُد وتناسل کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں، بلکہ وہ بلاواسطہ حق تعالیٰ کے حکمِ ''کُن'' سے پیدا ہونے والی چیز ہے)۔

اِس سے زائد علم کے ساتھ اِس کا کوئی دینی یا دینوی کام اٹکا ہوا نہیں، اِس لیے وہ حصۂ سوال فضول اور لایعنی قرار دے کر اُس کا جواب نہیں دیا گیا...، اِمام بخاریؒ نے کتاب العلم میں اس مسئلے کا ایک مستقل ترجمۃ الباب رکھ کر بتلایا ہے کہ جس سوال کے جواب سے مغالطہ میں پڑنے کا خطرہ ہو اُس کا جواب نہیں دینا چاہیے'' انتہی ملخصاً۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کو کسی اَمرِ تکوین کی علت، یا حکمِ تشریعی کی مصلحت خود سمجھ میں آجائے اور وہ اُس کو دوسروں تک نہ بھی پہنچائے جب بھی نہ کوئی مؤاخذہ ہوگا، اور نہ ہی کتمانِ علم کا گناہ ہوگا۔

حضرت تھانویؒ کا اِرشاد ہے :

... آپ یوں کہیں کہ اَحکام: قوانین ہیں، اُن کے اَسرار: اَسرارِ قوانین ہیں، اور ہم قانون

کے جاننے والے ہیں، اَسرارِ قانون ہم نہیں جانتے، نہ اُن کا بتلانا ہمارے ذمہ واجب ہے...، ہم عالمِ قانون ہیں، واضعِ قانون خدا تعالیٰ ہیں، مصالح اُن سے پوچھ لینا، وہ جواب دیں گے؛ خواہ اَسرار بتلانے سے، خواہ دِماغ کی اِصلاح کرنے سے!'' اھ (فوائد الصحبۃ ص ۲۷ : مختصراً)۔

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دینی اعمال واَشغال کے اَسرار وحِکَم کو فی نفسہ جاننے کی کوشش کرنے میں تو کچھ حرج نہیں، بلکہ فی الجملہ علمی ذوق کی علامت اور سعادت ہی کا حصہ ہے، اور کبھی دفاعِ دین کے مقصد سے ان کا حوالہ دینے کی بھی گنجائش ہے، مگر عمل کے لحاظ سے دینی عبادات کو خالص روحانی اور اُخروی (رضائے الٰہی، شوقِ جنت اور خوفِ جہنم کے) نقطۂ نظر سے ہی دیکھنا اور کرنا چاہیے، ان کی طبی اور سائنسی توجیہات بیان کرنا، خطرے والا راستہ ہے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایک تو ہے شرعی اَعمال میں دنیوی نیت شامل کرلینا، مگر اُس کو خالص شرعی عمل اور روحانی وظیفہ ہی سمجھنا، جیسا کہ لوگ دنیاوی مقاصد کے لیے اللہ کے نام کی برکت حاصل کرنے کے لیے دعائیں اور وظائف وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ (بعض مرتبہ) اِخلاص کے منافی تو ہوسکتا ہے، مگر اِس میں تحریفِ دین نہیں ہے، اِس لیے کہ اِس میں اصل مقصود اُن اَعمال کے ذریعہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا حصول ہوتا ہے، جو عین مطلوب ہے، جیسے صدقہ دینے سے بلائیں ٹلتی ہیں، سورۂ واقعہ پڑھنے سے فاقہ نہیں ہوتا... وغیرہ وغیرہ۔

اِس کے برعکس خالص دینی اَعمال واَشغال کی سائنسی توجیہات کرنا، اور اِس نقطۂ نظر سے اُن کو انجام دینا (کہ طویل سجدہ کرنے سے دماغ کی رگیں کھلتی ہیں، اور رکوع کرنے سے کمر صحیح ہوجاتی ہے... وغیرہ وغیرہ)، یہ سب قلبِ موضوع اور تحریفِ دین کا حصہ ہے، جو مادّیت سے ناشی ہے، اور سلفِ صالحین کے منہج سے منحرف راستہ اور دورِ جدید کی پیداوار ہے۔

اِسی طرح خالص دنیاوی اَعمال (ورزش وغیرہ) کو شرعی اصطلاح اور تعبیر دینا (کہ رکوع والی ورزش، سجدے والی ورزش وغیرہ وغیرہ)، یہ شرعی اصطلاحات کا بے محل اِستعمال اور اِستحصال ہے، جو بجائے خود ضلالت وگمراہی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

مقصدِ چہارم : کچھ لوگ نصوصِ شرعیہ (قرآن وحدیث کے الفاظ وتعبیرات) میں جسمانی غذا

ودوا، اور دیگر طبی وتمدنی فائدوں کے پہلوؤں سے بھی غور وفکر کرتے ہیں، یہ اُمور قرآن وحدیث کا موضوع تو بہر حال نہیں ہیں، ہاں البتہ ضمنی طور پر قرآن وحدیث سے ان چیزوں کے ثبوت کا بالکلیہ اِنکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

جاننا چاہیے کہ دراَصل یہ دنیاوی علوم وفنون اِنسان کی فطرت اور آدمی کی بشری ضروریات کا حصہ ہیں، جیسا کہ مشہور تفسیر کے مطابق {وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا} [البقرۃ۳۱] میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اِسی لیے اِن علوم کو ”علومِ آدمیت“ یا ”اِنسانی علوم“ بھی کہا جاتا ہے، جو کائناتی نظام میں تعقل وتدبر اور مشاہدہ وتجربہ کا سلسلہ جاری رکھنے سے خود بخود حاصل ہوتے رہتے ہیں، اِن کے لیے کسی آسمانی وحی اور نبوت ورسالت کا سلسلہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اِسی لیے اِن کو نہ تو قرآن وحدیث نے اپنا موضوع بنایا اور نہ ہی صحابہؓ وتابعینؒ اور سلفِ صالحینؒ نے، ہاں کتاب وسنت میں اِس سلسلے کے کچھ ایسے بنیادی رہنما اُصول ضرور ملتے ہیں جن پر عمل کرنے سے دین کے ساتھ ساتھ اِنسان کی دنیا بھی سنور سکتی ہے، اور اُن کے ذریعے قلب کا سکون اور دارین کا راحت وآرام بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر اُن کو موجودہ مادّی اور اِستدراجی ”ترقیات“ (واِختراعات) کا موضوع ثابت کرنے کی کوشش؛ یہ نہایت بے محل جسارت ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

> اِسلام اِیجادات تو نہیں سکھاتا، لیکن اصولِ ایجادات کی تعلیم دیتا ہے، مثلاً یہ کہ کسی اِیجاد کو اِس طرح اختیار نہ کرو جس سے دین میں خلل ہو، یا جان کا خطرہ ہو، یا یہ کہ بے ضرورت اِیجادات کے درپے ہو کر ضروری کاموں کو ضائع نہ کرو، اور ضروری اِیجادات میں اِس کا لحاظ رکھو کہ موہوم منفعت کے لیے خطرۂ قویہ کا تحمل نہ کرو۔ (ملفوظات ج۲۱، انفاسِ عیسیٰ، حصہ اول ص۳۴۶)۔

امید کہ اِس تفصیلی گفتگو کی روشنی میں اِس سؤال کا کہ ”کیا قرآن میں سائنس کی بھی تعلیم ہے؟“ واضح جواب حاصل ہو گیا ہوگا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ، وصلى الله وبارك وسلم على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

حاصل مطالعہ (پانچویں قسط)

قرآن کریم میں مذکور تاریخی واقعات

مفتی عبداللہ سہارنپوری

متخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

قصۂ آدم علیہ السلام میں چند اہم عبرتیں:

حضرت آدمؑ کے واقعے میں بے شمار پند ونصائح اور عبرتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱— قران کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ، اللہ کے نبی اور ایسے رسول ہیں جن سے خدا نے بالمشافہ کلام فرمایا ہے۔

۲— خدا کے افعال کی حکمتیں سوائے اس علیم وخبیر کے کوئی نہیں جانتا، لہٰذا عقلمند شخص کا کام یہ ہے کہ افعالِ خداوندی کے اسرار ورموز کے در پے نہ ہو، بلکہ فرشتوں کی طرح ''سبحانک لاعلم لنا'' کہہ کر بے چون وچرا تسلیم کرلے۔

۳— استحقاقِ خلافت کے لیے جب فرشتوں نے **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** کہہ کر تسبیح وتحمید کے لیے تقدیس وتمجید کو پیش کیا، تو حق تعالی نے فرشتوں کی تسبیح اور تقدیس کے جواب میں حضرت آدم کا علمی کمال ظاہر فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم میں مشغول ہونا تسبیح وتہلیل سے افضل اور بہتر ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ علم اللہ کے نزدیک بھی علم ہو، اور اللہ کے نزدیک علم وہ ہے: جس سے خدا کی خشیت اور اس کی عظمت دل میں راسخ ہوتی ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ''**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**''، معلوم ہوا خدا کے نزدیک عالم وہی ہے جو خدا سے ڈرتا ہو، اور جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ خدا کے نزدیک عالم نہیں، اگرچہ سارا عالَم اس کو عالم کہے۔

۴— فرشتوں کو سجدے کا حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں۔

۵— عجب وتکبر، اللہ کے حکم پر اعتراض، خود کی ستائش وتعریف اور بڑائی نے شیطان کو ہمیشہ ہمیش

کے لیے ملعون بنایا، اور اطاعت و فرمانبرداری، رضا و تسلیم، عجز و انکساری، ندامت و شرمساری اور توبہ و استغفار نے حضرت آدم کی شان کو بڑھایا۔

۶— اس قصے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ جنت ابھی پیدا نہیں ہوئی۔

۷— کافر ہمیشہ کے لیے عذاب میں رہیں گے کبھی نجات نہیں پائیں گے۔

۸— غلطی سے خدا کے حکم کے خلاف کوئی کام کر گزرنا ''معصیت'' ہے، لیکن خدا کے حکم کو غیر معقول اور خلافِ عقل سمجھنا ''کفر'' ہے۔

۹— اللہ کی عنایت اور توجہ اگر کسی حقیر چیز کی جانب بھی ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑے مرتبہ اور جلیل القدر منصب پر فائز ہو سکتا ہے، ایک مشتِ خاک کو دیکھیے، اور پھر ''خلیفۃ اللہ'' کے منصب پر نظر ڈالیے اور پھر اس کے منصبِ نبوت اور رسالت کو ملاحظہ فرمائیے۔

۱۰— خطا کار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت اور توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لیے بابِ رحمت بند نہیں ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے۔

۱۱— بارگاہِ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت کرنا بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتا ہے، اور ابدی ذلت اور خسران کا باعث بن جاتا ہے، ابلیس کا واقعہ عبرت ناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلا شبہ قابلِ عبرت ہے۔(جاری)

(ملخصاً من: قصص القرآن، ومعارف القرآن ادریسی)

شانِ مسلمان — گذشتہ سے پیوستہ

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا مفتی محمد حیان بیگ
استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

اگر ہم قرآن کریم میں غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ درحقیقت نصرت اور کامیابی کا وعدہ کن کے لیے ہے، دونوں جہانوں میں آخر سرخرو کون ہوگا؟ اور اگر بظاہر دنیا میں ہمیں اس کے خلاف نظر آئے، اہلِ باطل کا زور محسوس ہو، اہلِ ایمان مصائب اور آلام میں گھرے نظر آئیں، انہیں جانی و مالی نقصان ہورہا ہو، اور دشمنانِ اسلام مال و دولت، حکومت و طاقت کے نشے میں چور ہوں، تو سمجھ لیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے استدراج (مہلت) ہے، یا ہماری نظروں کا قصور اور عقل کا فتور ہے کہ ہم کامیابی اور ناکامی کا صحیح ادراک نہیں کرپارہے ہیں، سیم وزر کو ہم نے کامیابی اور ناکامی کا معیار تصور کررکھا ہے۔

قرآن نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے، آیئے آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائشوں کا آنا

اس میں تو کسی ایمان والے کے لیے شک کی گنجائش نہیں ہے کہ انجام کار کامیاب اور منصور مؤمنین ہی ہوں گے، تاہم بسااوقات خدا تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان کی آزمائش بھی ہوسکتی ہے، جانی مالی نقصانات بھی ہوسکتے ہیں، ایسے موقع پر ایمان پر ثابت قدم رہ کر صبر کا دامن تھامے رکھنا ہر دور کے باعزیمت مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے، مصائب وآلام کے تھپیڑے ان کے قدم کو ذرا بھی متزلزل نہ کرسکے، ایسے صابر وشاکر اہلِ ایمان کے تعلق سے قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلاة، ان الله مع الصابرین - و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات، بل احیاء، و لکن لا تشعرون - و لنبلونکم بشيء من الخوف و الجوع

ونقص من الاموال والانفس والثمرات، وبشر الصّٰبرین-الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیه راجعون-اولئک علیهم صلوٰت من ربهم ورحمة واُلٰئک هم المهتدون-

اے ایمان والو! صبر اورنماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۱۵۳)

مفتی تقی عثمانی صاحب (دامت برکاتہم) فرماتے ہیں:

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کوفضول بحثوں میں الجھنے کے بجائے اپنے دین پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوں، چنانچہ اب مختلف اسلامی عقائد واحکام کا بیان شروع ہورہا ہے، اس بیان کا آغاز صبر کی تاکید سے ہوا ہے، کیونکہ یہ دوروہ ہے جس میں مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل اوراس کی تبلیغ میں دشمنوں کی طرف سے طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آرہی تھیں، جنگوں کا سلسلہ بھی جاری تھا، بہت سی سختیاں بھی برداشت کرنی پڑرہی تھیں، جنگوں میں اپنے عزیز، رشتہ دار، دوست شہید بھی ہورہے تھے یا ہونے والے تھے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کو یہ تلقین کی جارہی ہے کہ دینِ حق کے راستے میں یہ آزمائشیں تو پیش آنی ہی ہیں۔ ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کی مشیت پر راضی رہ کر صبر کا مظاہرہ کرے، واضح رہے کہ صبر کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کسی تکلیف یا صدمے پر روئے نہیں، صدمے کی بات پر رنج کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے، اس لیے شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی، جو رونا بے اختیار آجائے وہ بھی بے صبری میں داخل نہیں، البتہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ صدمے کے باوجود اللہ تعالی سے کوئی شکوہ نہ ہو، بلکہ اللہ کے تعالی کے فیصلے پر انسان عقلی طور پر راضی رہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر آپریشن کرے تو انسان کو تکلیف تو ہوتی ہے، اوراس تکلیف کی وجہ سے انسان بے ساختہ چلا بھی اٹھتا ہے، لیکن اسے ڈاکٹر سے شکایت نہیں ہوتی، کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہ جو کچھ کررہا ہے اس کی ہمدردی میں اس کی مصلحت کی خاطر کررہا ہے۔

اور جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید کردیے جائیں ان کو مردہ نہ کہو، دراصل وہ زندہ ہیں، مگر تم کو (ان کی زندگی) کا احساس نہیں ہوتا (۱۵۴) اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور (کبھی) خوف سے (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کرکے، اور جو لوگ (ایسے) حالات میں صبر سے کام لیں انہیں خوشخبری سنادو (۱۵۵) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۱۵۶)

مفتی تقی عثمانی (دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ:

اس فقرے میں پہلے تو اس حقیقت کا اظہار ہے کہ چونکہ میں ہم سب اللہ کی ملکیت میں ہیں

اس لیے اسے ہمارے بارے میں ہر فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، اور چونکہ ہم اس کے ہیں، اور کوئی بھی اپنی چیز کا برا نہیں چاہتا، اس لیے ہمارے میں بارے میں اس کا ہر فیصلہ خود ہماری مصلحت میں ہوگا، چاہے ہمیں وہ مصلحت سمجھ میں نہ آرہی ہو؛ دوسری طرف سے اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ایک دن ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے پاس اس جگہ جانا ہے جہاں ہمارا کوئی عزیز یا دوست گیا ہے، لہٰذا یہ جدائی عارضی ہے، ہمیشہ کے لیے نہیں، اور جب ہم اس کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو ہمیں اس صدمے یا تکلیف پر ان شاء اللہ ثواب بھی ملنا ہے، جب یہ اعتقاد دل میں ہو تو اسی کا نام صبر ہے۔

(توضیح القرآن ص ۹۰،۹۱)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔(۱۵۷)

جنت کے حصول کے لیے جان و مال کی قربانی ضروری ہے

سورۂ بقرہ آیت ۲۱۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم، مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معه متی نصر اللہ، الا إن نصر اللہ قریب**

(مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تمہں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے، جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں، ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں، اور انہیں ہلا ڈالا گیا، اور ان کے ایمان والے ساتھی بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟، یاد رکھو اللہ کی مدد نزدیک ہے۔

ہر دور میں اہلِ ایمان کی کسی نہ کسی شکل میں آزمائش ہوتی رہی ہے، اللہ کے دین کے محافظین نے اپنے جان و مال کے نذرانے پیش کرنے میں کبھی تردد نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں حضرت خباب بن الارتؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ :

ہم نے (حضور کی خدمت میں) عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لیے نصرت کیوں نہیں طلب کرتے؟ آپ ہمارے لیے کامیابی کی دعاء کیوں نہیں کرتے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم سے پہلے بعض ایمان والوں کے ساتھ ایسا ہوا کرتا کہ آری ان کے گردنوں پر رکھ کر قدم تک چلادی جاتی، یہ سخت اذیت بھی انھیں ان کے ایمان سے نہیں پھیرتی، گوشت سے ہڈی تک لوہے کی کنگھیاں چلادی جاتیں، پھر بھی یہ ان کو ان کے دین سے نہ پھیرتی؛ پھر مزید یہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یقیناً اس دین کو اس قدر عام و تام کرے گا کہ صنعاء سے حضر موت تک سفر کرنے

والا بغیر کسی خوف کے سفر کرے گا، البتہ خدا کا ڈر ہوگا، یا اسے اپنی بکریوں کے تعلق سے بھیڑیے کا ڈر ہوگا، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے نصرت کا وعدہ ہے) لیکن پھر بھی تم لوگ بڑی جلد بازی کرتے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۹)

حضرت ابورزینؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہمارا رب اپنے بندوں کے مایوس ہونے پر ہنستا ہے، جبکہ اللہ کی طرف سے ان کی حالت بدلنے کا وقت قریب ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا باری تعالیٰ ہنستے بھی ہیں؟ فرمایا: ہاں، تو میں نے عرض کیا: تو ہم ایسے رب کی خیر سے ہرگز بھی محروم نہیں ہوں گے جو ہنستا ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ شریف، رقم ۱۸۱)

(اللہ تعالیٰ کا ہنسنا ایسا نہیں جیسا بندوں کا ہنسنا ہے، بلکہ یہاں ہنسنے سے دوسرے معانی مراد لیے جاسکتے ہیں، یا یہ کہا جائے گا کہ اللہ کا ہنسنا ایسا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔) (جاری)

تین کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو ان کو ایمان کے ساتھ کرلے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جنت کی جس حور سے چاہے نکاح کرا دیا جائے، (۱) جو اپنے قاتل کو معاف کردے (۲) پوشیدہ قرض ادا کرے، (۳) ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدْ پڑھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر کوئی ان تین کاموں میں سے ایک کرے تو؟ آپ نے فرمایا کہ ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ وَزُوِّجَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ حَيْثُ شَاءَ: مَنْ عَفَا عَنْ قَاتِلِهٖ وَأَدّٰى دَيْنًا خَفِيًّا وَقَرَأَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ عَشَرَ مَرَّاتٍ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) قَالَ: فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: أَوْ إِحْدَاهُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَوْ إِحْدَاهُنَّ (مسند أبي يعلى ۱۷۹۴ـ)

حاصل مطالعہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کون ہیں؟

مولانا محمد جابر میواتی

استاذ شعبۂ تفسیر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تمہید:

لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ کریم نازل فرمایا، جس کی تشریح آپ علیہ السلام نے قول و عمل ہر دو طرح فرمائی، اُس زمانہ میں جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا اس کا جواب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحمت فرماتے۔ آپ کے وصال کے بعد اب یہ ذمہ داری کون اٹھائے؟ لوگوں کی دینی رہنمائی کون کرے؟ ہر شخص میں تو یہ صلاحیت نہیں کہ وہ نئے نئے مسائل کا شرعی حل پیش کر سکے، اور قرآن وحدیث سے مسائل نکال سکے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ذمہ داری ان حضراتِ صحابہ کے پاس آئی جو بڑے فقیہ، سمجھدار، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحبت یافتہ تھے، قرآن وحدیث پر جن کو پورا عبور تھا، جن میں چاروں خلفاء، حضرت عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، اُبی بن کعب، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ نمایاں تھے، جو بھی مسئلہ اس زمانہ میں درپیش ہوتا ان مفتیانِ صحابہ کے سامنے پیش ہوتا، اور یہ قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کا حل بیان فرماتے۔ پھر یہی سلسلہ حضرات تابعین کی طرف منتقل ہوا، اور کچھ مخصوص حضراتِ فقہاء نے یہ ذمہ داری سنبھالی، لوگ ان سے اپنے دینی مسائل معلوم کرتے، اور وہ ان کا حل بتا دیتے۔

اصل بات:

اسی زمانہ میں ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ پیدا ہوئے، صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت سن ۸۰ھ میں ہوئی، اور بقول بعض سن ۷۰ھ سے بھی پہلے ہوئی۔ آپ نے اس وقت کے بڑے جلیل القدر علماء وفقہاء سے علم حاصل کیا، اور علم وعمل، زہد وتقوی، خوف وخشیت، ہر طرح کی صفاتِ حسنہ میں اپنے وقت کے لوگوں میں فائق و برتر رہے۔

امام صاحب کے زمانہ کے ایک بہت بڑے محدث وفقیہ عبد الملک ابن جریج فرماتے ہیں کہ :

بلغني عن النعمان فقيه أهل الكوفة أنه شديد الورع، صائن لدينه ولعلمه، لا يؤثر أهل الدنيا على أهل الآخرة، وأحسبه سيكون له في العلم شأن عجيب.

کہ اہلِ کوفہ کے فقیہ ابوحنیفہ بہت پرہیزگار ہیں، اپنے علم ودین کی حفاظت کرنے والے ہیں، دنیاوالوں کو دینداروں پر ترجیح نہیں دیتے، میرا خیال ہے کہ علم میں ان کی الگ ہی شان ہوگی۔

انہیں کے زمانہ کے ایک دوسرے عالم اپنے شاگرد کو نصیحت کرتے ہیں کہ :

جالِسْ أبا حنيفة تَفقَّهْ، فإن إبراهيم النخعي لو كان حياً لَجالَسه

کہ ابوحنیفہ کے پاس بیٹھو علمِ فقہ حاصل ہوجائے گا، اگر ابراہیم نخعی بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھتے۔

حالانکہ ابراہیم نخعی امام صاحب کے استاذوں کے استاذ اور صحابہ کے خاص شاگرد ہیں، صحابہ کی موجودگی میں وہ مسائل بتاتے تھے۔ اس طرح کی سب باتوں کا خلاصہ ایک بہت بڑے شافعی عالم اپنے وقت کے بڑے محدث علامہ ذہبی شافعیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے :

وأما الفقه والتدقيق في الرأي وغوامضِه فإليه المنتهى، والناس عليه عيال في ذلك.

کہ فقہی باریکیوں اور اس کی گہرائیوں میں سب لوگوں کی انتہاء امام ابوحنیفہ پر ہوتی ہے، اور تمام لوگ اس میں ان کے محتاج ہیں۔

علم کی اس قدر مضبوطی کے ساتھ عبادت کا یہ عالم تھا کہ پوری پوری رات نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے، ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت کی تلاوت میں گذار دی، وہ آیت یہ ہے: ”**فمَنَّ الله علينا ووقانا عذابَ السَموم**“۔

امام ابوحنیفہ تابعی ہیں:

حضراتِ صحابہ امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں، انہی کی قربانیوں سے یہ دین ہم تک محفوظ طریقہ سے پہنچا ہے، جوں جوں صحابہ کی تعداد کم ہوتی گئی لوگوں کی توجہ ان کی طرف بڑھتی رہی، اور دور دور سے لوگ ان کی ملاقات اور فیض حاصل کرنے کے لیے آتے تھے، اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان کی خدمت میں برکت کے لیے حاضر کرتے۔ امام صاحب کی زندگی میں یہ صحابہ موجود تھے:

۱—	انس بن مالک	(بصرہ میں وفات ۹۳ھ)
۲—	عبداللہ بن حارث زبیدی	(مصر میں وفات ۸۶ھ یا ۸۷ھ)۔
۳—	واثلہ بن الاسقع	(دمشق میں وفات ۸۵ھ)
۴—	عبداللہ بن ابی اوفی	(کوفہ میں وفات ۸۷ھ)
۵—	سہل بن سعد	(مدینہ میں وفات ۹۱ھ)
۶—	ابوطفیل عامر بن واثلہ	(مکہ میں وفات ۱۰۷ھ یا ۱۱۰ھ میں)
۷—	عمرو بن حریث	(مکہ میں وفات ۸۵ھ)
۸—	سائب بن خلاد	(مدینہ میں وفات ۹۱ھ)
۹—	عبداللہ بن بسر	(دمشق میں وفات ۹۶ھ)
۱۰—	محمود بن الربیع	(وفات ۹۹ھ)
۱۱—	اسعد بن سہل	(اسکندریہ میں وفات ۱۰۰ھ)
۱۲—	صُدی بن عجلان	(شام میں وفات ۸۶ھ)
۱۳—	عبداللہ بن ثعلبہ	(وفات ۸۹ھ)
۱۴—	عتبۃ بن عبد سُلمی	(شام میں وفات ۸۷ھ)
۱۵—	مالک بن اوس	(مدینہ میں وفات ۹۲ھ)
۱۶—	مِقدام بن معدیکرب	(شام میں وفات ۸۷ھ)۔

ان کے علاوہ اور متعدد صحابۂ کرام کا زمانہ امام صاحب نے پایا ہے، جو خود ایک بہت بڑی فضیلت ہے، چنانچہ ایک بہت معتبر شافعی عالم ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں کہ:

إنه أدرك جماعةً من الصحابة كانوا بالكوفة، فهو من طبقة التابعين، ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له.

کہ امام ابوحنیفہ نے کئی صحابہ کا زمانہ پایا ہے، اس لیے وہ تابعین میں سے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے اماموں کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوسکی۔

اورامام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا تو چاروں مذاہب کے بڑے بڑے علماء ومؤرخین مانتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی حقانیت اور معتبر ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ چاروں مسالک کے بڑے بڑے علماء نے آپ کی متعدد تاریخ اور بہت سی سوانح عمری لکھی ہیں، ایسے بہت ہی کم لوگ ہوئے ہیں۔

چنانچہ حنفیہ میں سے: امام طحاوی (ت ۳۲۱ھ)، ابن أبي العوام (ت ۳۳۵ھ)، أبومحمد حارثی (ت ۳۴۵ھ)، علامہ زمخشری (ت ۵۳۸ھ)، اور موفّق مکی (ت ۵۶۸ھ) وغیرہ بہت سے علمائے احناف نے آپ کے فضائل ومناقب میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

مالکیہ میں سے: ابن عبد البر مالکی (ت ۴۶۳ھ) نے "**الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء**" تصنیف فرمائی۔

شافعیہ میں سے: حافظ ذہبی (ت ۷۴۸ھ) نے "**مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه**"، علامہ سیوطی (ت ۹۱۱ھ) نے "**تبییض الصحیفة فی مناقب أبی حنیفة**"، محمد بن یوسف صالحی (ت ۹۴۲ھ) نے "**عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان**" (جو اس موضوع کی جامع وعمدہ کتابوں میں سے ہے) اور ابن حجر ہیتمی مکی (ت ۹۷۳ھ) نے "**الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان**" وغیرہ بہترین کتابیں لکھیں۔

حنابلہ میں سے: ابن عبدالہادی مقدسی حنبلی (ت ۷۴۴ھ) نے "**مناقب الأئمة الأربعة**"، ابن المِبرَد حنبلی (ت ۹۰۹ھ) نے "**تنویر الصحیفة بمناقب الإمام أبی حنیفة**"، اورمرعی بن یوسف کرمی حنبلی (ت ۱۰۳۳ھ) "**تنویر بصائر المقلدین في مناقب الأئمة المجتهدین**" وغیرہ نے کتابیں لکھ کر امامتِ علمیہ کا ثبوت پیش فرمایا۔

اللہ تعالی اِن تمام مصنفین کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔

اہلِ خیر حضرات متوجہ ہوں

مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے ملک کے بیشتر علاقوں میں سفراء حضرات فراہمیٔ مالیات کا کام کررہے ہیں، یہ سفراء حضرات سال کے اکثر حصہ میں اپنے حلقہ میں پہنچ کر فرائض منصبی انجام دیتے ہیں اور معاونین مدرسہ کے عطیات ان کی خواہش کے مطابق دینی مصرف پر خرچ کرنے کے لیے مدرسہ میں لاکر جمع کرتے ہیں۔

رمضان کے مبارک مہینے میں خیر اور طاعات کی جانب لوگوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اسی لئے امت کے اکثر حضرات اسی ماہ میں زکوٰۃ، صدقات اور مدارس کے تعاون کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

مظاہر علوم کی جانب سے ملک کے مختلف حلقوں میں جو سفرائے کرام سفر کرتے ہیں ان کی فہرست اور ان کا رابطہ نمبر شائع کیا جارہا ہے تاکہ خیر کے متلاشی حضرات کے لئے سہولت ہو۔

اگر کسی سفیر سے رابطہ نہ ہوسکے تو شعبۂ تنظیم و ترقی کے ذمہ دار مولانا عابد حسن قاسمی سے 9058695536-9411233589 پر رابطہ کریں۔

جن حضرات اہل خیر کی خدمات میں ہمارے مدرسہ کے نمائندے کسی وجہ سے نہ پہونچ سکیں اور وہ مدرسہ مظاہر علوم کا تعاون کرنا چاہتے ہیں تو وہ براہ راست بینک میں رقم جمع کراسکتے ہیں، ان کے لئے بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات درج کی جارہی ہیں

بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات

BANK NAME	A/C No.	IFSC CODE
BANK OF INDIA	781020100102182	BKID0007810
BANK OF BARODA	00810200000029	BARB0MOREGA
Indian Overseas Bank	043402000001333	IOBA0000434
CANARA BANK	1627201001761	CNRB0001627

گذارش: رقم ٹرانسفر کرنے کے بعد فون نمبر 7895317737 - 7895886868 پر مد کی تعیین کے ساتھ میسیج کردیں اور ساتھ ہی رقم ٹرانسفر کی سلیپ بھی بھیج دیں تاکہ معطی کو مدرسہ کی رسید بھیجی جاسکے۔

نقشہ حلقہ جات سفراء کرام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نمبر شمار	اسماء گرامی سفراء کرام	علاقــــــــــــہ
۱	مولانا محب الرحمن صاحب قاسمی 9427326469	احمد آباد، بناس کانٹھا، سابر کانٹھا، مہسانہ، کچھ، بھوج (گجرات)
۲	مولانا فاروق اعظم صاحب قاسمی 9407555569	کھرگون، مالی گاؤں، جلگاؤں، دھلیہ، آکولہ، امراوتی، بھوپال، ناگپور
۳	مولانا عادل نسیم ولد مولانا نسیم الدین مرحوم 9149135367-8188907483	بنارس، اعظم گڈھ، مئو، جونپور، الہ آباد، مغل سرائے، مرزاپور، غازی پور
۴	مولانا مسیح اللہ مظاہری صاحب 8193925616	کانپور، باندہ، جھانسی، قنوج، فرخ آباد، اناؤ، لکھنؤ، فتح پور
۵	مولانا محمد اسرار صاحب مظاہری 9997862244	شہر بمبئی
۶	مولانا محمد ہارون صاحب مظاہری 8979202800	مرادآباد، رامپور، ہردوئی، بریلی، بہرائچ، شاہ جہانپور، سیتاپور، پرتاپ گڈھ
۷	مولانا مظفر عالم صاحب مظاہری 7250986883	بھروچ، سورت، بلساڑ، نوساری، گجرات
۸	مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری 7017301611	آگرہ، علی گڈھ، فیروزآباد، متھرا، فریدآباد
۹	مولانا محسن عالم صاحب مظاہری 9027789785	پونہ، ستارہ، کراڈ، کولہاپور، بیل گام، گوا، رتنا گری، شولاپور (مہاراشٹر)
۱۰	مولانا محمد اشرف صاحب مظاہری 9557857749	بلندشہر، سکندرآباد، خورجہ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں
۱۱	مولانا رفیق احمد صاحب مظاہری 9829438013	اجمیر، ناگور، اودے پور، جودھپور، بیکانیر، مکرانہ، سیکر، فتح پور (راجستھان)
۱۲	مولانا ارشاد احمد صاحب قاسمی 9908996963	تلنگانہ اسٹیٹ مکمل گلبرگہ و گنٹور وغیرہ
۱۳	منشی محمد یوسف صاحب 6398564536-9917362193	سردھنہ، موانہ، باغپت، بڑوت، کھتولی، مظفرنگر
۱۴	حافظ ناصر صاحب 9411295655	جمنانگر، پانی پت، کاندھلہ، کیرانہ، شاملی وغیرہ
۱۵	مولانا قطب الدین صاحب مظاہری 7417371108	میرٹھ و تحصیل میرٹھ، اورنگ آباد، لاتور، جالنہ، پربھنی، ہنگولی، ناندیڑ، عثمان آباد وغیرہ

۱۶	مولوی طارق انور صاحب 7033069145-8743878897	بڑودہ، پنچ محل، کھیڑہ، کاٹھیاواڑ، گودھرا (گجرات)
۱۷	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری 93127221460	جعفر آباد، سیلم پور، لکشمی نگر، غازی آباد، اطراف دہلی، مصطفی آباد
۱۸	مولانا محمد امتیاز صاحب مظاہری 9449363177	شہر بنگلور، کرناٹک
۱۹	مولانا محمد پرویز عالم مظاہری صاحب 9509690294	گنگا نگر، کوٹہ بوندی، ٹونک، سوائی مادھو پور، جے پور (راجستھان)
۲۰	حافظ عطاء اللہ قمر صاحب 9917102626	ٹہری گڑھوال، پوڑی گڑھوال، شبری نگر، اتر کاشی، روڑکی، ہری دوار، دہرہ دون (اتراکھنڈ) ہلدوانی، نینی تال، الموڑہ، باگیشوری، جیون گڑھ وغیرہ
۲۱	حافظ محمد عرفان صاحب 8393059963	قصبہ سرساوہ، چلکانہ، بہٹ وغیرہ، سہارنپور
۲۲	مولانا نور عالم صاحب قاسمی 9837650686	ترکمان گیٹ، اطراف جامع مسجد، نظام الدین، اوکھلا، حوض رانی سنگم وہار، مہرولی، گڑگاواں وغیرہ
۲۳	مولانا نیر عالم صاحب مظاہری 6200113817	چھتیس گڈھ و مدھیہ پردیش
۲۴	سید قاری عبد الرحمان صاحب 9756124970	گنگوہ، بجنور، مالیر کوٹلہ، بستی، گورکھپور
۲۵	مولانا محمد جنید مظاہری صاحب 8630026280	مدراس، تاملناڈو
۲۶	مولانا محمد صادق صاحب مظاہری 6200780540	کلکتہ، بنگال اور بہار
۲۷	مولانا مسرور عالم صاحب مظاہری 6396265022	بہار و جھارکھنڈ
۲۸	مولانا مرسلین صاحب مظاہری 9837886465	رائے چوٹی (اے پی) کیرالہ
۲۹	مولانا عبد الرزاق صاحب مظاہری 9720367537	شہر دہلی قدیم وجدید
۳۰	مولانا عبد الواحد صاحب مظاہری 9997311284	کرناٹک
۳۱	حافظ محمد محسن صاحب سہارنپوری 9897791628	شہر سہارنپور
۳۲	مولانا عبد الواجد صاحب مظاہری 8650932618	سہارنپور واطراف، بھیونڈی واطرافِ بھیونڈی
۳۳	مولانا ممتاز احمد مظاہری 8445450842	امیٹھی، اوریا، بلیا، بلرامپور، گونڈہ، کشی نگر، لکھیم پور، کاس گنج، پیلی بھیت، سدھارتھ نگر وغیرہ

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم ہند

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی

معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

ارشاد فرمایا کہ کفر آخری جرم ہے، اس کا فتوی بھی سب کے آخر میں ہے، پھر فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو زندگی بھر کافر نہ کہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر کسی مسلمان کو کافر کہہ دے تو اس پر شدید مواخذہ ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ تو نجات کا ذریعہ ہے کہ بے دینوں کو دیندار کیا جائے، کافروں کو مسلمان بنایا جائے، بے نمازیوں کو نمازی بنایا جائے لیکن مسلمان کو کافر کہا جائے یہ نجات کا ذریعہ نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر اس کو تبرکاً بغرض شفاء مریض پر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں، مریض پر بغرض شفاء مٹی ملنا حدیث سے ثابت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب دھن زمین پر ڈالتے پھر اس کو مٹی میں ملا کر مریض کی پیشانی پر ملتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے "**بسم اللہ تربۃ أرضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا**" (ابوداؤد شریف کتاب الطب)

البتہ صاحب قبر کے وارثوں سے پہلے مٹی اٹھانے کی اجازت لے لے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آسیب زدہ کو جھاڑ پھونک کر رہا ہو تو اس وقت "شفاء یا رسول اللہ" کہنا درست نہیں، اس لئے کہ شافی صرف حق تعالیٰ شانہ ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شافی نہیں، اس لئے کہ آپ علیہ السلام کو بخار بھی آیا، سر میں درد بھی ہوا، یعنی آپ بیمار ہوئے اور جو شافی ہو وہ بیمار نہیں ہوا کرتا۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ موجود و مقید ہے بلکہ حاضر سے مراد عالم اور ناظر سے مراد دیکھنے والا ہے، جیسا کے در مختار میں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ بقول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرداً فرداً

ہوئی ہے، جماعت سے نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رکھا ہوا تھا جس میں دو چار آدمی ہی جماعت سے پڑھ سکتے تھے، اگر جماعت سے نماز ادا کی جاتی تو دوسرے لوگ محروم رہ جاتے، اس لئے کہ نماز جنازہ کا تکرار جماعت کے ساتھ مشروع نہیں ہے۔

ایک صاحب کے استفسار پر **ارشاد فرمایا کہ** سونے والے شخص کو نماز کے لئے بیدار کر دینا صحیح ہے، ایک صحابی مسجد میں سو رہے تھے تو آپ نے دوسرے صحابی کو بیدار کرنے کیلئے کہا، خود اس لئے بیدار نہیں کیا کہ بعض دفعہ نیند پوری نہ ہونے کیوجہ سے سونے والا بیدار کرنے والے کو غلط سلط باتیں کہہ دیتا ہے، اب اگر آپ جگاتے اور وہ کچھ کہہ دیتا تو یہ آپ کی شان میں گستاخی ہو جاتی اور اس کا نقصان ہو جاتا۔ اور اگر صحابی نے صحابی کی شان میں کچھ کہہ دیا تو اس میں وہ بات نہیں۔ قرآن پر قرآن رکھنے سے بے ادبی نہیں ہوتی قرآن پر کتاب رکھو تو بے ادبی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ مالِ حرام کے صدقہ کرنے کو شامی میں معصیت لکھا ہے۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک طرف مالِ حرام کے تصدیق کو فقہا، معصیت کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اجر وثواب نہیں اور دوسری طرف اجر وثواب بھی بتاتے ہیں جیسا کہ کہ بدائع الفوائد سے العرف الشذی میں نقل کیا گیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر دو امر ہیں۔

ایک یہ کہ نفس تصدق حرام سے ثواب کی نیت کرے تو اس اعتبار سے معصیت یہ ہے۔ دوسرے یہ کہ صدقہ تو بلا نیت ثواب کرے مگر مالِ حرام کے صدقہ کا شارع نے امر کیا ہے اور یہ اس کا امتثال کر رہا ہے۔ اب اس امتثال پر ثواب کی امید رکھے تو اس اعتبار سے معصیت نہیں بلکہ موجب اجر وثواب ہے۔

ارشاد فرمایا کہ لوگ ارشاد باری "ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" پر اعتراض کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ نمازی ہونے کے باوجود بھی فحشاء اور منکر سے نہیں رکتے، میرے ذہن میں اس کی سادہ توجیہہ یہ آتی ہے کہ نماز کا کام فحشاء اور منکر سے روکنا بتلایا گیا ہے اب لوگ نہ رکیں تو نماز کا کیا قصور

یہ ایسا ہی ہے کہ واعظ لوگوں کو برے کام سے روکتا ہے، اس کا کام روکنا ہے اب لوگ نہ رکیں تو واعظ کا کوئی قصور نہیں۔

اخبار مظاہر

مرتب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مختلف اجلاس

شعبۂ ادب عربی کا پروگرام: ہر سال کی طرح امسال بھی یکم رجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۲۴ء بروز شنبہ بعد مغرب مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ عربی ادب کی انجمن ''النادی'' کا سالانہ اجلاس ناظم مدرسہ مولانا سید محمد عاقل کی زیر صدارت اور امین عام مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی کی نگرانی میں منعقد ہوا، مہمان خصوصی کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے استاذ عربی ادب و مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد سلمان بجنوری شریک اجلاس رہے، مہمان محترم نے اپنے خطاب میں عربی زبان و ادب کی اہمیت اور موجودہ زمانہ میں اس کی ضرورت پر عربی زبان میں خطاب کیا اور طلبہ کو مخاطب کر کے کہا کہ عربی زبان اس وقت اپنی آفاقیت کی وجہ سے پورے عالم اسلام کی ضرورت ہے، اور ہمارا تمام تر دینی و اسلامی لٹریچر عربی زبان میں ہے اس لئے اس کو سیکھنا اور اس کے لئے محنت وجدوجہد کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

اس موقع سے مظاہر علوم کے سابق امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی کی اس شعبہ کے لئے جدوجہد اور اس کو ترقی دینے اور ان کے ذریعہ عربی زبان وادب کی عالمی شہرت یافتہ کتابوں کی حصولیابی کو یاد کیا گیا، مظاہر علوم کے موجودہ امین عام مولانا مفتی سید محمد صالح نے تمام مہمانان کرام کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور شعبہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی اور بتایا کہ اس اجلاس میں شریک تمام طلبہ کو من جانب مدرسہ بطور تشجیع و حوصلہ افزائی فی کس 1500/ روپئے بطور انعام دیئے جارہے ہیں، ناظم مدرسہ مولانا سید محمد عاقل کی دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

شعبۂ تحفظ ختم نبوت: اس شعبہ کا سالانہ اجلاس ۷/رجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰/جنوری ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مسجد فوقانی میں ناظم مدرسہ حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ کی صدارت اور امین عام مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی کی نگرانی میں منعقد ہوا، مہمان خصوصی دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری کی تشریف آوری ہوئی۔ اِس شعبہ کے اِس سالانہ جلسہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں بطور

خاص شہر کے ائمۂ مساجد اوران کے متولیان کی شرکت کاایک عرصہ سے معمول ہے، چنانچہ اِس اجلاس میں بھی ائمہ کرام اور ذمہ داران مساجد نے شرکت کی،شعبہ کے طلبہ نے اپنے اساتذۂ کرام کی نگرانی میں اِس اجلاس کے لئے تحفظ ختم نبوت اورنزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے تقاریر اور محادثہ پیش کیا۔

مہمان محترم مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اس طرح کے اجلاس سے طلبہ کی تعلیمی کارکردگی بھی سامنے آتی ہے اور آئندہ میدانِ عمل میں ان کو کام کرنے کا حوصلہ بھی ملتا ہے۔

صدر اجلاس حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ کی اختتامی دعا سے قبل اِس اجلاس کے نگراں اور مدرسہ کے امینِ عام مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی کا خطاب ہوا، جس میں انھوں نے عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کیا نیز طلبہ کی حوصلہ افزائی کی اور شہر سے تشریف لائے ائمۂ مساجد و ذمہ داران کے ساتھ مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس یوم جمہوریہ: حسبِ معمول مدرسہ میں صبح نو بجے ایک مجلس منعقد کی گئی جس کی صدارت مظاہر علوم کے امین عام مولانا مفتی سید محمد صالح نے کی، اس کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعتیہ کلام سے ہوا، اس کے بعد مدرسہ کے امین عام کے ہاتھوں پرچم کشائی کی گئی، اجلاس کی نظامت شعبۂ مفاد عامہ کے ذمہ دار مولانا اسعد حقانی نے کی، پرچم کشائی کے بعد صدر اجلاس مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی نے ہندوستان کے آئین اور قانون کے تعلق سے تاریخی مواد پر مشتمل خطاب کیا مفتی صاحب نے بتایا کہ ہندوستان کی قانون سازی کے لئے جو دستور ساز کمیٹی بنائی گئی اس کے روح رواں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر تھے لیکن اس کمیٹی میں مسلم علماء ودانشوران کو بھی شامل کیا گیا تھا، یہ قانون ۲۶/نومبر ۱۹۴۹ء کو بن کر تیار ہو گیا تھا لیکن اس کا نفاذ ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ہوا، مفتی صاحب نے کہا کہ ہندوستان کا قانون اور دستور سیکولرزم کی بنیاد پر ہے جس کی رُو سے تمام ہندوستانیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں، ہندوستان کا ہر شہری اپنے خیالات کے اظہار میں مکمل طور سے آزاد ہے، اور ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہے، مفتی صاحب نے کہا کہ اگر ہندوستان کے آئین وقانون کی مکمل پاسداری کے ساتھ اس کو نافذ کیا جائے تو ملک کو ترقی سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اس اجلاس میں مظاہر علوم کے تقریباً سبھی اساتذہ و ملازمین اور طلبہ نے شرکت کی، آخر میں صدر اجلاس مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی نے ملک کی ترقی اور ملک میں امن وامان کی بحالی اور مدارس و مساجد کی حفاظت کے لئے دعا کرائی، اس کے بعد تمام شرکاء میں شیرینی تقسیم کی گئی، اور اساتذہ وملازمین کو ناشتہ کرایا گیا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور کا وفیات نمبر

زیر نظر اشاعت ’’وفیات نمبر‘‘ میں ۲۰۲۰ء سے لے کر اس کے بعد تک کے وفات پانے والے ایسے اصحابِ علم وفضل کا تذکرہ، ان کی علمی ودینی خدمات پیش کی گئی ہیں جو برصغیر میں اپنی علمی وعرفانی اور روحانی وملی خدمات کے حوالہ سے عوام وخواص کا مرجع رہے ہیں، اور مظاہر علوم سہارنپور اور یہاں کے حضرات اکابر سے انتساب واکتسابِ فیض اور ذہنی وقلبی وابستگی خود ان کے لئے بھی باعثِ افتخار واعزاز رہی ہے، کوشش یہ کی گئی کہ اس میں ایسے مضامین کو ہی جگہ دی جائے جو ابھی تک کہیں مطبوع نہ ہوں الا ماشاء اللہ، یہ مضامین ایسے لوگوں سے لکھوائے گئے ہیں جو مرحومین کے ورثاء میں ہوں یا ان کی علمی ودینی زندگی سے بہت ہی قریب رہے ہوں تاکہ صحیح معلومات قارئین تک پہونچ سکے۔

دوسو سے زائد صفحات کی اِس خاص اشاعت میں

۱— حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوریؒ
۲— حاجی صغیر احمد لاہوریؒ
۳— مولانا عزیز الرحمن ہزارویؒ
۴— مولانا عبد القیوم شاکر اسعدیؒ
۵— مولانا معز الدین قاسمیؒ
۶— مولانا حافظ بلال احمد سہارنپوریؒ
۷— مولانا ابن الحسن عباسیؒ
۸— مولانا ولی رحمانیؒ
۹— قاضی سلطان اختر سہارنپوریؒ
۱۰— مولانا نور عالم خلیل امینیؒ
۱۱— مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ
۱۲— قاری محمد عثمان منصور پوریؒ
۱۳— مولانا مفتی عبد الرزاق بھوپالیؒ
۱۴— مولانا عبد الخالق سنبھلیؒ
۱۵— مولانا عبد المغنی مظاہریؒ
۱۶— مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانویؒ
۱۷— مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسار پوریؒ

کے تذکرے شامل ہیں۔

قیمت صرف ایک سو روپئے (علاوہ محصول ڈاک)

مظاہر علوم سہارنپور کے شعبۂ نشر واشاعت سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

رابطہ نمبر 9411899044–7895886868

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR

MADRASA MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com

